لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنہ

# نبیِ رحمت کے اخلاق کریمانہ

مصنّف : پروفیسر علّامہ نور بخش توکّلی علیہ الرحمہ

بزم رضویہ (رجسٹرڈ) لاہور

# نبی رحمت
# کے
# اخلاق کریمانہ

مصنف:
پروفیسر علامہ نور بخش توکلی علیہ الرحمۃ

بزم رضویہ (رجسٹرڈ) لاہور۔

بسم الله الرحمن الرحیم

## آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خُلق عظیم کا بیان

افراد انسان میں سے انبیائے کرام صلوات اللہ علیہم اجمعین کو مکارم اخلاق کی زیادہ ضرورت ہے کیونکہ ان کا کام تبلیغ و تزکیہ ہے۔ اسی واسطے باعنایت الٰہی انہیں اول خلقت و فطرت ہی میں محاسن اخلاق حاصل تھے۔ جن کا ظہور حسب موقع ان کی عمر شریف میں ہوتا رہا۔ مگر دیگر فضائل کی طرح اس کمال میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دیگر انبیائے کرام علیہم السلام سے ممتاز ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے خلق عظیم کو آپ کی ذات شریف میں حصر فرمایا ہے۔

وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ۝ (سورۂ قلم)

اور تحقیق تو بڑے خلق پر پیدا ہوا ہے۔

اور خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:۔

بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْاَخْلَاقِ ۔ (موطا امام مالک)

میں محاسن اخلاق کی تکمیل کے لئے بھیجا گیا ہوں۔

انبیائے سابقین علیہم السلام میں سے ہر ایک حسن اخلاق کی ایک نوع سے مختص تھے۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس حسن اخلاق کے تمام انواع کی جامع تھی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام انبیائے سابقین علیہم الصلوٰت کی سیرت کے اتباع کا حکم دیا۔ فبھدٰھم اقتدہ (پس تو ان کی روش کی پیروی کر۔ انعام ع ۱۰) لہٰذا خصال و کمال و صفات شرف و فضائل جو ان میں متفرق طور پر پائے جاتے تھے۔ وہ تمام آپ کی ذات شریف میں جمع تھے۔ چنانچہ حلم و سخاوت ابراہیم۔ صدق وعدۂ اسماعیل۔ شکر داؤد و سلیمان۔ صبر ایوب۔ معجزات قاہرۂ موسیٰ۔ مناجات زکریا۔ تضرع یحییٰ۔ دم عیسیٰ وغیرہ سب آپ میں موجود تھے۔ علیٰ نبینا و علیہم الصلوات والتسلیمات (۱)

آنچہ بنا زند زاں دلبراں جملہ تراہست و زیادت براں

حضرت سعد بن ہشام بن عامر نے جب حضرت عائشہ صدیقہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلق کی بابت دریافت کیا۔ تو حضرت صدیقہ نے جواب میں فرمایا۔ کیا تو قرآن نہیں پڑھتا؟ حضرت سعد نے جواب دیا کہ ہاں۔ یہ سن کر حضرت صدیقہ نے فرمایا۔ کہ "نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق قرآن (۲) تھا۔" کتب سابقہ الہامیہ میں جو آداب و فضائل و اوصاف حمیدہ مذکور تھے۔ قرآن مجید ان سب کا جامع ہے۔ ارشاد صدیقہ کا مطلب یہ ہے کہ قرآن مجید میں جس قدر محامد اخلاق مذکور ہیں۔ وہ سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس میں پائے جاتے تھے۔ غرض دیگر کمالات کی طرح محاسن اخلاق میں بھی آپ کا مرتبہ دیگر انبیائے کرام علیہم التسلیمات سے بڑھا ہوا ہے۔ صاحب قصیدہ بردہ شریف فرماتے ہیں۔ (۳)

فَاقَ النَّبِيِّينَ فِي خَلْقٍ وَّفِي خُلُقٍ ... وَلَمْ يُدَانُوهُ فِي عِلْمٍ وَّلَا كَرَمٍ

لے گیا فوق انبیاء پر خلق میں اور خلق میں

کس میں تھا۔ اس کا علم اور کس میں اس کا سا کرم

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔ آپ کے بعد کوئی اور نیا نبی نہ ہوگا اس لئے آپ کے اخلاق و عادات بطریق اسناد نہایت صحت کے ساتھ محفوظ ہیں تاکہ قیامت تک ہر زمانے میں ان کا اقتداء کیا جائے اور ان ہی کو دستور العمل بنایا جائے۔ اس مختصر میں تفصیل کی گنجائش نہیں۔ اس لئے ذیل میں چند جزئیات پیش کی جاتی ہیں۔ واللہ الموفق والمعین۔

## صبر و حلم و عفو

نبوت کا بوجھ ان اوصاف (۴) کے بغیر برداشت نہیں ہو سکتا۔ قرآن کریم میں کئی جگہ ان اوصاف کا ذکر آیا ہے۔

فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ ط اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ (مائدہ: ع ۳)

وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوْا عَلٰى مَا كُذِّبُوْا وَاُوْذُوْا حَتّٰى اَتٰهُمْ نَصْرُنَا ج (انعام: ع ۴)

خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِيْنَ ۝ (اعراف: اخیر رکوع)

فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَّهُمْ ط (احقاف: اخیر رکوع)

اِنَّ اِبْرَاهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ ۝ (توبہ: ع ۱۴)

پس معاف کر ان سے اور در گزر کر بیشک اللہ نیکی کرنے والوں کو چاہتا ہے۔

اور البتہ بہت رسول تجھ سے پہلے جھٹلائے گئے۔ پس وہ جھٹلانے اور ایذاء پر صبر کرتے رہے یہاں تک کہ ان کو ہماری مدد پہنچی۔

خو پکڑ معاف کرنا۔ اور کہا کر نیک کام کو اور کنارہ کر جاہلوں سے۔

پس تو صبر کر جیسے صبر کرتے رہے اولوالعزم رسول اور شتابی نہ کر ان کے واسطے۔

تحقیق ابراہیم تھا البتہ دردمند حلم والا۔

حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات کے حق کے لئے کبھی انتقام نہ لیا۔ ہاں جب آپ کسی حرمت اللہ کی بے حرمتی دیکھتے۔ تو اللہ کے واسطے اس کا انتقام لیتے۔ (۵)

نبوت کے دسویں سال جیسا کہ پہلے آچکا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قبیلہ ثقیف کو دعوت اسلام دینے کے لئے طائف تشریف لے گئے۔ مگر بجائے روبراہ ہونے کے انہوں نے آپ کو اس قدر اذیت دی کہ نعلین مبارک خون آلودہ ہوگئے۔ جب آپ وہاں سے واپس ہوئے۔ تو راستے میں پہاڑوں کے فرشتے نے حاضر خدمت ہو کر عرض کی۔ یا محمد! آپ جو چاہیں حکم دیں۔ اگر اجازت ہو۔ تو اخشبین کو ان پر الٹ دوں۔ اس کے جواب میں آپ نے فرمایا۔ کہ میں یہ نہیں چاہتا کہ وہ ہلاک ہو جائیں۔ بلکہ مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی پشتوں سے ایسے بندے پیدا کرے گا۔ جو صرف خدا کی عبادت کریں گے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں گے۔ (۶)

ہجرت سے پہلے مکہ میں کفار نے مسلمانوں کو اس قدر اذیت دی کہ ان کا پیمانہ صبر لبریز ہو گیا۔ چنانچہ حضرت خباب بن الارت بیان کرتے ہیں۔ کہ ہمیں مشرکین سے شدت و سختی پہنچی۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ سر مبارک کے نیچے چادر رکھ کر کعبہ کے سائے میں لیٹے ہوئے تھے۔ میں نے عرض کیا۔ آپ مشرکین پر بددعا کیوں نہیں کرتے؟ یہ سن کر آپ اٹھ بیٹھے۔ چہرہ مبارک سرخ ہو گیا تھا۔ فرمایا تم سے پہلے جو لوگ گزرے ہیں۔ ان پر لوہے کی کنگھیاں چلائی جاتیں۔ جس سے گوشت پوست سب علیحدہ ہو جاتا۔ اور ان کے سر پر آرے رکھے جاتے اور چیر کر دو ٹکڑے کر دیئے جاتے۔ مگر یہ اذیتیں ان کو دین سے برگشتہ نہ کر سکتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ دین اسلام کو کمال تک پہنچائے گا۔ یہاں تک کہ ایک سوار صنعاء سے حضر موت تک سفر کرے گا اور اسے خدا کے سوا کسی کا ڈر نہ ہو گا۔ (۷)

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ بدر (رمضان ۲ھ) سے واپس تشریف لائے تو راستے میں

مقام صفراء میں آپ کے حکم سے حضرت علی مرتضٰی ۔ نے نضر بن حارث بن علقمہ بن کلدہ بن عبد مناف بن عبد الدار بن قصی کو قتل کر ڈالا۔ نضر مذکور ان امرائے قریش میں سے تھا۔ جن کا شغل آنحضرت صلی علیہ وسلم کی ایذار سانی اور اسلام کو مٹانے کی کوشش کرنا تھا۔ اسی نضر کی بیٹی قتیلہ نے جو بعد میں اسلام لائی اپنے باپ کا مرثیہ لکھا جس کے اخیر میں یہ شعر ہیں:۔

| | |
|---|---|
| امحمد ولانت ابن نجیبۃ | من قومھا والفحل فحل معرق |
| ما کان ضرک لو مننت وربما | من الفتی وھو المغیظ المحنق |
| والنضر اقرب من اسرت قرابۃ | واحق ان کان عتق یعتق |

اے محمد! بیشک آپ اس ماں کے بیٹے ہیں جو اپنی قوم میں شریف ہے اور آپ شریف اصل والے مرد ہیں۔

آپ کا کچھ نہ بگڑتا تھا اگر آپ احسان کرتے اور بعض وقت جوان احسان کرتا ہے۔ حالانکہ وہ غضبناک اور نہایت خشم ناک ہوتا ہے۔

اور نضر آپ کے تمام قیدیوں میں قرابت میں سب سے زیادہ قریب تھا اور آزادی کا زیادہ مستحق تھا۔ اگر ایسی آزادی پائی جائے کہ جس سے آزاد کیا جائے۔

جب یہ شعر حضور سید المرسلین رحمتہ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پہنچے۔ تو ان کو پڑھ کر آپ اتنا روئے کہ ریش مبارک آنسوؤں (۸) سے تر ہو گئی۔ اور فرمایا۔ کہ اگر یہ اشعار نضر کے قتل سے پہلے میرے پاس پہنچ جاتے۔ تو میں ضرور اسے قتیلہ کے حوالے کر دیتا۔

جنگ بدر کے کچھ دن بعد ایک روز عمیر بن وہب بن خلف قرشی جمحی اور صفوان بن امیہ بن خلف قرشی جمحی خانہ کعبہ میں حطیم میں بیٹھے ہوئے تھے۔ عمیر مذکور شیاطین قریش میں سے تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کو اذیت دیا کرتا تھا۔ اس کا بیٹا وہب بن عمیر اسیران جنگ میں تھا۔ عمیر و صفوان کے درمیان یوں گفتگو ہوئی:۔

عمیر۔ بدر میں ہمارے ساتھیوں نے مسلمانوں کے ہاتھوں سے کیا کیا مصیبتیں اٹھائیں۔ ظالموں نے کس بے رحمی سے ان کو گڑھے میں پھینک دیا۔

صفوان۔ اللہ کی قسم ان کے بعد اب زندگی کا لطف نہ رہا۔

عمیر۔ اللہ کی قسم! تو نے سچ کہا۔ اللہ کی قسم! اگر مجھ پر قرض نہ ہوتا جسے میں ادا نہیں کر سکتا اور عیال نہ ہوتا جس کے تلف ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ تو میں سوار ہو کر محمد کو قتل کرنے جاتا۔ کیونکہ اب تو ایک

بہانہ بھی ہے کہ میرا بیٹا ان کے ہاتھ میں گرفتار ہے۔

صفوان۔ آپ کا قرض میں ادا کر دیتا ہوں۔ آپ کا عیال میرے عیال کے ساتھ رہے گا۔ میں آپ کے بال بچوں کا متکفل ہوں جب تک وہ زندہ ہیں۔

عمیر۔ بس میرے اور آپ کے درمیان۔

صفوان۔ بسروچشم (عمیر کی روانگی کے بعد لوگوں سے) تم شاد ہو کہ چند روز میں تمہارے پاس ایک واقعہ کی خبر آئے گی۔ جس سے تم جنگ بدر کی سب مصیبتیں بھول جاؤ گے۔

(عمیر زہر میں بجھی ہوئی تلوار لے کر مدینہ میں آتا ہے۔ اس وقت حضرت عمر فاروق مسلمانوں کی ایک جماعت میں بیٹھے ہوئے جنگ بدر میں مسلمانوں پر خدا کی عنایات کا ذکر کر رہے ہیں۔ عمیر تلوار آڑے لٹکائے ہوئے اپنی اونٹنی کو مسجد کے دروازے میں بٹھا دیتا ہے)۔

عمر فاروق (عمیر کو دیکھ کر) یہ کتا دشمن خدا عمیر کسی شرارت کے لئے آیا ہے۔

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اسے میرے پاس لاؤ (عمیر سے) آگے آؤ۔

عمیر۔ آپ کی صبح بخیر ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ عمیر! تو نے جاہلیت کا تحیہ کہا۔ مگر اللہ عزوجل نے ہمیں تیرے تحیہ سے بہتر عطا فرمایا۔ اور وہ سلام ہے جو اہل بہشت کا تحیہ ہے۔

عمیر۔ یا محمد! اللہ کی قسم! یہ تحیہ آپ کو تھوڑے دنوں سے ملا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ عمیر! کیونکر آنا ہوا؟

عمیر۔ اپنے بیٹے کے لئے جو آپ کے پاس اسیران جنگ میں ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ پھر گلے میں تلوار آڑے کیوں لٹکائی ہے۔

عمیر۔ خدا ان تلواروں کا برا کرے۔ انہوں نے ہمیں کچھ فائدہ نہ دیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ سچ بتاؤ کس لئے آئے ہو؟

عمیر۔ فقط اپنے بیٹے کے لئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ نہیں بلکہ تو اور صفوان دونوں حطیم میں بیٹھے ہوئے تھے تو نے مقتولین بدر کا ذکر کیا جو گڑھے میں پھینکے گئے۔ پھر تو نے کہا کہ اگر مجھ پر قرض اور بار عیال نہ ہوتا تو میں محمد کو قتل کرنے نکلتا۔ یہ سن کر صفوان نے بار قرض و عیال اپنے ذمہ لیا۔ بدیں غرض کہ تو مجھے قتل کر دے۔ مگر اللہ تیرے اور اس غرض کے درمیان حائل ہے۔

عمیر۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ خدا کے رسول ہیں۔ یا رسول اللہ! ہم اس آسمانی وحی کو جو آپ پر

نازل ہوئی تھی جھٹلا دیا کرتے تھے۔ آپ نے جو بات بتلائی ۔وہ میرے اور صفوان کے سوا کسی کو معلوم نہ تھی۔ اللہ کی قسم! میں خوب جانتا ہوں کہ خدا کے سوا آپ کو کسی نے نہیں بتائی۔ حمد ہے۔ اللہ کی جس نے مجھے اسلام کی توفیق بخشی۔ اشہد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشہد ان محمداً عبدہ و رسولہ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (اپنے اصحاب سے) تم اپنے بھائی عمیر کو مسائل دینی سکھاؤ اور قرآن پڑھاؤ۔ اور اس کے بیٹے کو بھی چھوڑ دو۔ (۹)

حضرت رافع بن خدیج بیان کرتے ہیں۔ کہ غزوۂ انمار (ربیع الاول ۳ھ) میں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ آپ کی آمد کی خبر سن کر اعراب پہاڑوں کی چوٹیوں پر چلے گئے۔ غطفان نے دعثور بن حارث کو جو ان کا سردار تھا کہا۔ کہ محمد اس وقت اپنے اصحاب سے علیحدہ ہے۔ تمہیں ایسا موقع نہ ملے گا۔ دعثور تیز تلوار لے کر اتر آیا۔ کیا دیکھتا ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیٹے ہوئے ہیں۔ وہ تلوار کھینچ کر آپ کے سر پر آ کھڑا ہوا۔ آپ بیدار ہوئے تو کہنے لگا۔ "تجھ کو مجھ سے کون بچائے گا؟" آپ نے فرمایا۔ اللہ۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اسے ہٹا دیا اور وہ گر پڑا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تلوار لے کر کہا۔ "تجھ کو مجھ سے کون بچائے گا؟" وہ بولا۔ کوئی نہیں۔ غرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کچھ تعرض نہ کیا۔ اور وہ ایمان لے آیا۔ (۱۰)

غزوۂ احد (شوال ۳ھ) میں کفار نے آپ کا دانت مبارک شہید کر دیا۔ اور سر اور پیشانی مبارک بھی زخمی کر دی۔ اس حالت میں آپ کی زبان مبارک پر یہ الفاظ (۱۱) تھے۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِقَوْمِيْ فَاِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ

خدایا میری قوم کا یہ گناہ معاف کر دے کیونکہ وہ نہیں جانتے۔

حضرت جابر بن عبداللہ کا بیان ہے۔ کہ غزوۂ نجد (غزوۂ ذات الرقاع جمادی الاولیٰ ۴ھ) میں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ واپس آتے ہوئے ایک گھنے جنگل میں آپ کو دوپہر ہو گئی۔ آپ ایک درخت کے سایہ میں اترے۔ اور اپنی تلوار اس درخت سے لٹکا دی اور آپ کے اصحاب ایک ایک کر کے درختوں کے سایہ میں اتر پڑے اسی اثناء میں آپ نے ہمیں آواز دی۔ ہم حاضر ہوئے۔ تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک بدو آپ کے سامنے بیٹھا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں سو رہا تھا۔ اس نے آ کر میری تلوار کھینچ لی۔ میں بیدار ہوا۔ تو یہ تلوار کھینچے میرے سر پر کھڑا تھا۔ کہنے لگا۔ "تجھ کو مجھ سے کون بچائے گا؟" میں نے کہا۔ اللہ۔ یہ سن کر اس نے تلوار نیام میں کر لی۔ آپ نے اس کو کچھ سزا نہ دی (۱۲)۔ اس اعرابی کا نام غورث بن حارث تھا۔

حضرت جابر بن عبداللہ راوی ہیں۔ کہ ایک غزوہ (غزوۂ مریسیع، شعبان ۵ھ) میں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ ایک مہاجر نے ایک انصاری کے تھپڑ مارا۔ انصاری نے انصار اور مہاجر نے مہاجرین کو مدد کے لئے پکارا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا۔ تو پوچھا کہ یہ کیا معاملہ ہے؟ جب سارا ماجرا عرض کیا گیا تو فرمایا کہ یہ دعویٰ جاہلیت اچھا نہیں۔ اس طرح رفع فساد ہو گیا۔ راس المنافقین عبداللہ بن ابی خزرجی نے سنا۔ تو کہنے لگا۔ کہ اگر ہم اس سفر سے مدینہ میں پہنچ گئے تو جس کا اس شہر میں زور ہے۔ وہ بے قدر شخص کو نکال دے گا۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی۔ تو حضرت عمر فاروق نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! آپ مجھے اجازت دیں۔ کہ اس منافق کی گردن اڑا دوں۔ مگر حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اسے جانے دو۔ کیونکہ لوگ یہی کہیں گے کہ محمد اپنے اصحاب قتل کرتا ہے (۱۳)۔ جائے غور ہے کہ آپ کا یہ سلوک اس شخص کے ساتھ ہے جو عمر بھر منافق رہا۔ جس نے آپ کو اذل بتایا۔ جو جنگ احد میں عین موقع پر تین سو کی جمعیت لے کر راستہ میں سے واپس آ گیا۔ اور ہمیشہ آپ کی مخالفت و توہین میں سرگرم رہا۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ مریسیع سے واپس ہوئے تو راستے میں واقعہ افک پیش آیا۔ جس کا بانی یہی راس المنافقین تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا علم تھا۔ مگر معاملہ گھر کا تھا۔ اس لئے فیصلہ خدا پر چھوڑا۔ تاکہ منافقین کو چون وچرا کی گنجائش نہ رہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کی تکذیب اپنے کلام پاک میں کر دی۔ بایں ہمہ جب یہ منافق مرا۔ تو آپ کو نماز جنازہ کے لئے بلایا گیا۔ جب آپ اس پر نماز پڑھنے لگے۔ تو حضرت عمر فاروق نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! کیا آپ ابن ابی پر نماز پڑھتے ہیں۔ جس نے فلاں فلاں روز ایسا ایسا کہا۔ اس پر آپ نے مسکرا کر فرمایا۔ عمر! ہٹو۔ جب اصرار کیا۔ تو فرمایا کہ استغفار و عدم استغفار کا مجھے اختیار دیا گیا ہے۔ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ ستر سے زیادہ بار استغفار سے اس کی مغفرت ہو سکتی ہے تو میں ویسا ہی کرتا۔ جب آپ نماز جنازہ سے فارغ ہو کر واپس تشریف لائے۔ تو آئندہ کے لئے حکم ممانعت نازل ہوا (۱۴)۔

فرات بن حیان جو انصار میں سے ایک شخص کا حلیف تھا۔ ابو سفیان کی طرف سے مسلمانوں کی جاسوسی پر مامور تھا۔ غزوۂ خندق (ذیقعدہ ۵ھ) میں وہ جاسوسی کرتا ہوا پکڑا گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے قتل کا حکم دیا۔ لوگ اس کو پکڑ کر لے چلے۔ راستے میں اس کا گزر انصار کے ایک حلقہ پر ہوا تو کہنے لگا۔ کہ میں مسلمان ہوں۔ ایک انصاری نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی۔ کہ فرات کہتا ہے کہ میں مسلمان ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ تم میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں۔ جن کو ہم ان کے ایمان پر چھوڑتے ہیں۔ ان میں سے ایک فرات ہے۔ حضرت فرات بعد میں صدق دل سے ایمان لائے۔ اور آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو یمامہ میں ایک قطعہ زمین عطا فرمائی جس کی آمدنی چار ہزار دو (۱۵) سو تھی۔

ثمامہ بن آثال الیمامی جو اہل یمامہ کا سردار تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنا چاہتا تھا۔ آپ نے دعا فرمائی تھی کہ خدایا اس کو میرے قابو میں کر دے۔ حضرت ابوہریرہ روایت کرتے ہیں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سواروں کا ایک دستہ نجد کی طرف بھیجا۔ وہ بنو حنیفہ میں سے ایک شخص ثمامہ بن آثال کو پکڑ لائے۔ اور اسے مسجد کے ایک ستون سے باندھ دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طرف نکلے۔ تو پوچھا ثمامہ! کیا کہتے ہو؟ ثمامہ نے کہا۔ یا محمد! اگر آپ مجھے قتل کریں گے۔ تو ایک خونی کو قتل کریں گے۔ اور اگر احسان کریں گے۔ تو ایک شکر گزار پر احسان کریں گے۔ اگر آپ زر فدیہ چاہتے ہیں۔ تو جس قدر مانگیں دے دوں گا۔ آپ نے یہ سن کر کچھ جواب نہ دیا۔ دوسرے روز بھی یہی گفتگو ہوئی۔ تیسرے روز آپ نے اس کا وہی جواب سن کر حکم دیا کہ ثمامہ کو کھول دو۔ یہ عنایت دیکھ کر اس نے مسجد کے قریب ایک درخت کی آڑ میں غسل کیا اور مسجد میں آکر کلمہ شہادت پڑھا۔ اور کہنے لگا۔ "اے محمد! خدا کی قسم میرے نزدیک روئے زمین پر کوئی چہرہ آپ کے چہرے سے زیادہ مبغوض نہ تھا اب وہی چہرہ میرے نزدیک سب چہروں سے زیادہ محبوب ہے اللہ کی قسم میرے نزدیک کوئی دین آپ کے دین سے زیادہ مبغوض نہ تھا۔ اب وہی دین میرے نزدیک سب دینوں سے زیادہ محبوب ہے اللہ کی قسم میرے نزدیک کوئی شہر آپ کے شہر سے زیادہ مبغوض نہ تھا۔ اب وہی شہر میرے نزدیک سب شہروں سے زیادہ محبوب ہے (۱۶)۔ وفا الوفاء میں ہے کہ حضرت ثمامہ کی گرفتاری شروع ۶ھ میں ہوئی۔

حضرت انسؓ (۱۷) روایت کرتے ہیں۔ کہ اہل مکہ میں سے اسی مرد کوہ تنعیم (۱۸) سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر آپڑے۔ وہ ہتھیار لگائے ہوئے تھے اور چاہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کو غافل پائیں۔ آپ نے ان کو لڑائی کے بغیر پکڑ لیا۔ اور زندہ رکھا۔ ایک روایت میں ہے کہ ان کو چھوڑ دیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:۔

وَهُوَ الَّذِي كَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ عَنْهُم بِبَطْنِ مَكَّةَ ۔ (فتح: ۲۴)

اور خدا وہ ہے۔ جس نے مکہ کے نواح میں ان کے ہاتھوں کو تم سے اور تمہارے ہاتھوں کو ان سے باز رکھا۔

یہ واقعہ قضیہ حدیبیہ (ذیقعدہ ۶ھ) میں ہوا تھا۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ خیبر (محرم ۷ھ) سے واپس تشریف لائے تو ایک روز سلام بن مشکم یہودی کی زوجہ زینب بنت حارث نے بکری کا گوشت بھون کر زہر آلود کر کے آپ کی خدمت میں بطور ہدیہ بھیجا۔ جسے آپ نے اور آپ کے چند اصحاب نے کھایا۔ باوجود اعتراف کے آپ نے اس یہودیہ کو اپنی

طرف سے معاف کر دیا۔ مگر جب اس کے سبب سے ایک صحابی نے انتقال فرمایا۔ تو قصاص میں اس کو قتل کر دیا گیا۔ جیسا کہ اس کتاب میں پہلے بیان ہو چکا ہے۔ اسی سال ماہ محرم ہی (۱۹) میں لبید بن اعصم یہودی منافق نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جادو کر دیا۔ معلوم ہو جانے پر آپ نے اس سے بھی کچھ تعرض نہ فرمایا (۲۰)۔

حضرت ابوہریرہؓ کا بیان ہے کہ میری ماں مشرکہ تھیں۔ میں ان کو دعوت اسلام دیا کرتا تھا۔ ایک دن میں نے ان کو دعوت اسلام دی۔ تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں مجھے مکروہ الفاظ سنائے۔ میں روتا ہوا آپ کی خدمت اقدس میں گیا اور واقعہ عرض کر کے دعائے ہدایت کی درخواست کی۔ آپ نے یوں دعا فرمائی۔ "خدایا ابوہریرہ کی ماں کو ہدایت دے۔" میں اس دعا سے خوش ہو کر گھر آیا۔ تو دیکھا کہ کواڑ بند ہیں۔ میری ماں نے میرے قدم کی آہٹ سن کر کہا۔ ابوہریرہ! ابھیں ٹھہرو۔ میں نے پانی کی آواز سنی۔ انہوں نے غسل کر کے جلدی کپڑے پہنے اور دروازہ کھولتے ہی کلمہ شہادت پڑھا (۲۱)۔

جن دنوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ (رمضان ۸ھ) کے لئے پوشیدہ تیاریاں کر رہے تھے۔ حضرت حاطب بن ابی بلتعہ نے بغرض اطلاع قریش ایک خط لکھا اور ایک عورت کی معرفت مکہ روانہ کیا۔ وہ خط راستے میں پکڑا گیا۔ باوجود ایسے سنگین جرم کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حاطب کو معاف کر دیا۔ اور اس عورت سے بھی کسی قسم کا تعرض نہ کیا۔

ابوسفیان بن حرب جو اسلام لانے سے پہلے غزوۂ احد و غزوۂ احزاب میں راس المشرکین تھے۔ غزوۂ فتح میں مقام مرالظہران میں مسلمانوں کی جاسوسی کرتے ہوئے گرفتار ہوئے۔ حضرت عباس ان کو لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ آپ ابوسفیان سے مروت سے پیش آئے اور وہ اسلام لائے۔

قریش آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مذمم کہہ کر گالیاں دیا کرتے تھے۔ مگر آپ فرمایا کرتے "کیا تم تعجب نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ قریش کی دشنام و لعنت کو کس طرح مجھ سے باز رکھتا ہے۔ وہ مذمم کہہ کر گالیاں دیتے اور لعنت کرتے ہیں۔ حالانکہ میں محمد ہوں (۲۲)۔"

اعلان دعوت سے ساڑھے سترہ سال تک قریش نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کو جو جو اذیتیں دیں ان کی داستان دہرانے کی ضرورت نہیں۔ فتح مکہ کے دن وہی قریش مسجد حرام میں نہایت خوف و بیقراری کی حالت میں آپ کے حکم کے منتظر ہیں۔ آپ ان اذیتوں کا ذکر تک زبان مبارک پر نہیں لاتے۔ اور یہ حکم سناتے ہیں۔ اذہبوا فانتم الطلقاء (جاؤ تم آزاد ہو) اس عالی حوصلگی کی نظیر دنیا کی تاریخ

میں نہیں پائی جاتی۔ اس عفو عام کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ جنگ حنین میں دو ہزار طلقاء لشکر اسلام میں شامل تھے۔

ہند بنت عتبہ (زوجہ ابو سفیان بن حرب) جو حضرت امیر حمزہ کا کلیجہ چبا گئی تھیں فتح مکہ کے دن نقاب پوش ہو کر ایمان لائیں۔ تاکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پہچان نہ لیں۔ بیعت کے موقع پر بھی گستاخی سے باز نہ رہیں۔ ایمان لا کر نقاب اٹھا دیا اور کہنے لگیں کہ میں ہند بنت عتبہ ہوں مگر حضور رحمتہ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی امر کا ذکر تک نہ کیا۔ یہ دیکھ کر ہند نے کہا۔ "یا رسول اللہ! روئے زمین پر کوئی اہل خیمہ میری نگاہ میں آپ کے اہل خیمہ سے زیادہ مبغوض نہ تھے۔ لیکن آج میری نگاہ میں روئے زمین پر کوئی اہل خیمہ آپ کے اہل خیمہ سے زیادہ محبوب نہیں رہے (۲۳)"۔

عکرمہ بن ابی جہل قرشی مخزومی اپنے باپ کی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سخت دشمن تھے۔ فتح مکہ کے دن وہ بھاگ کر یمن چلے گئے۔ ان کی بیوی جو مسلمان ہو چکی تھی وہاں پہنچی۔ اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے بڑھ کر صلہ رحم اور احسان کرنے والے ہیں۔ غرض وہ عکرمہ کو بارگاہ رسالت میں لائی۔ عکرمہ نے آپ کو سلام کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو دیکھتے ہی کھڑے ہو گئے۔ اور ایسی جلدی سے ان کی طرف بڑھے کہ چادر مبارک گر پڑی اور فرمایا (۲۴)۔

## مرحبا بالرّاکب المہاجر۔

ہجرت کرنے والے سوار کو آنا مبارک ہو۔

صفوان بن امیہ جاہلیت میں اشراف قریش میں سے تھے۔ اور اسلام کے سخت دشمن تھے۔ فتح مکہ کے دن بھاگ گئے تھے۔ حضرت عمیر بن وہب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ صفوان میری قوم کے سردار ہیں۔ وہ بھاگ گئے ہیں تاکہ اپنے آپ کو سمندر میں ڈال دیں۔ احمر و اسود کو آپ نے امان دی ہے۔ ان کو بھی امان دیجئے۔ آپ نے فرمایا۔ تو اپنے چچیرے بھائی کو لے آ۔ اسے امان ہے۔ حضرت عمیر نے عرض کیا کہ امان کی کوئی نشانی چاہئے۔ جو میں اسے دکھا دوں۔ آپ نے اپنا عمامہ جو فتح مکہ کے دن پہنے ہوئے تھے عطا فرمایا۔ صفوان جدہ میں جہاز پر سوار ہونے کو تھے۔ کہ حضرت عمیر جا پہنچے۔ اور ان کو مژدۂ امان سنایا۔ صفوان نے کہا مجھے اپنی جان کا ڈر ہے۔ حضرت عمیر نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حلم و کرم اس سے برتر ہے۔ غرض صفوان حاضر خدمت اقدس ہوئے۔ اور عرض کیا کہ یہ عمیر کہتا ہے کہ آپ نے مجھے امان دی ہے۔ آپ نے فرمایا عمیر سچ کہتا ہے یہ سن کر صفوان نے کہا۔ یا رسول اللہ! دو ماہ کی مہلت دیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ تجھے چار ماہ کی مہلت ہے (۲۵)۔ حضرت صفوان غزوۂ طائف کے بعد برغبت و رضا ایمان لائے۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم محاصرۂ طائف (شوال ۸ھ) سے واپس آنے لگے۔ تو صحابہ کرام نے عرض کیا۔ کہ آپ ثقیف پر بددعا فرمائیں۔ مگر آپ نے یوں دعا فرمائی اللھم اہد ثقیفا۔ (خدایا ثقیف کو ہدایت دے) چنانچہ وہ دعا قبول ہوئی۔ اور ثقیف ۹ھ میں ایمان لائے۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جعرانہ میں غنائم حنین تقسیم فرمائیں۔ تو ایک منافق انصاری نے کہا کہ اس تقسیم سے رضائے خدا مطلوب نہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود نے یہ ماجرا آپ سے عرض کیا تو فرمایا۔ "خدا موسیٰ پر رحم کرے ان کو اس سے زیادہ اذیت دی گئی۔ پس صبر کیا (۲۶)"۔

جب ابو العاص بن ربیع نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحب زادی حضرت زینب کو مکہ سے مدینہ بھیجا۔ تو راستے میں چند سفہائے قریش نے مزاحمت کی۔ ان میں سے ہبار بن اسود قریشی اسدی نے حضرت زینب کو اونٹ سے گرا دیا۔ وہ حاملہ تھیں۔ پتھر پر گریں۔ حمل ساقط ہو گیا اور ان کو سخت چوٹ آئی۔ اور اسی میں جاں بحق ہوئیں۔ فتح مکہ کے دن ہبار مذکور واجب القتل اشتہاریوں میں تھا۔ وہ مکہ سے بھاگ گیا۔ اور چاہتا تھا کہ ایران چلا جائے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جعرانہ سے واپس تشریف لائے تو وہ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا۔ اور یوں عرض کرنے لگا۔ "یا نبی اللہ! میں آپ کے ہاں سے بھاگ کر شہروں میں پھرتا رہا۔ میرا ارادہ تھا کہ ایران چلا جاؤں۔ پھر مجھے آپ کی نفع رسانی، صلہ رحمی اور عفو و کرم یاد آئے۔ مجھے اپنی خطا و گناہ کا اعتراف ہے۔ آپ درگزر فرمائیں۔" یہ سن کر آپ نے فرمایا۔ "میں نے تجھے معاف کر دیا (۲۷)"۔

کعب بن زہیر اور ان کے بھائی بجیر ابرق عزاف میں بکریاں چرایا کرتے تھے۔ بجیر نے کعب سے کہا۔ "تم یہاں ٹھہرو میں اس مدعی نبوت کے پاس جاتا ہوں تاکہ دیکھوں وہ کیا کہتا ہے۔" بجیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور آپ کا کلام سن کر مسلمان ہو گئے۔ کعب کو یہ خبر لگی تو انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو اور اسلام کی توہین میں یہ اشعار بجیر کو لکھ بھیجے:۔

الا ابلغا عنی بجیراً رسالۃ فھل لک فیما قلت ویحک ھل لکا

سقاک ابوبکر بکاس رویۃ فانھلک المامون منھا وعلّکا

ففارقت اسباب الھدیٰ واتّبعتہ علیٰ ایّ شئ ریب غیرک دلّکا

علیٰ خلق لم تلف اُمّاً ولا ابًا علیہ ولم تعرف علیہ اخالکا

فان انت لم تفعل فلست بآسف ولا قائل اما عثرت لعاً لکا

ترجمہ:۔ آگاہ رہو میری طرف سے بجیر کو یہ پیغام پہنچا دو کہ کیا تو نے دل سے کلمہ شہادت پڑھ لیا ہے۔ تجھ پر افسوس! کیا تو نے دل سے کلمہ پڑھ لیا ہے ابو بکر نے تجھے سیراب کرنے والا پیالہ پلا دیا۔

اور امین (حضرت محمد) نے تجھے اس پیالہ سے پہلی بار اور دوسری بار پلا دیا۔

ترجمہ:۔ اس لئے تو اسباب ہدایت چھوڑ کر اس کا پیرو بن گیا اس نے تجھے کیا بتایا۔ تو اوروں کی طرح ہلاک ہو گیا اس نے ایسا مذہب بتایا۔ جس پر تو نے اپنے ماں باپ کو نہ پایا۔

اور نہ اپنے بھائی کو اس پر دیکھا۔

اگر تو نے میرا کہنا نہ مانا۔ تو میں تجھ پر تاسف نہ کروں گا۔

اور تو ٹھوکر کھا کر گر پڑے۔ تو میں دعا نہ کرونگا کہ تو اٹھ کر کھڑا ہو جائے۔

حضرت بجیر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ماجرا عرض کر دیا۔ آپ نے کعب کا خون بدر فرما دیا۔ پھر حضرت بجیر نے کعب کو اطلاع دی اور ترغیب دی کہ حاضر خدمت اقدس ہو کر معافی مانگیں۔ چنانچہ وہ ۹ھ میں غزوہ تبوک سے پہلے حاضر ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت مسجد میں اپنے اصحاب میں تشریف رکھتے تھے۔ آپ کعب سے واقف نہ تھے۔ کعب نے آپ کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر عرض کیا۔ یا رسول اللہ! کعب بن زہیر مسلمان ہو کر امان طلب کرتا ہے۔ اجازت ہو تو میں اسے آپ کے پاس لے آؤں۔ آپ نے اجازت دی۔ پھر کعب نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! کعب میں ہی ہوں۔ بعد ازاں اسلام لا کر انہوں نے اپنا قصیدہ پڑھا۔ جس میں اشعار توطیہ کے بعد یہ شعر ہے:۔

أُنْبِئْتُ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ أَوْعَدَنِيْ وَالْعَفْوُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللهِ مَأْمُوْلُ

ترجمہ:۔ مجھے خبر دی گئی ہے کہ بارگاہ رسالت سے میری نسبت وعید قتل صادر ہوئی ہے۔ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عفو کی امید کی جاتی ہے۔

اس قصیدہ سے خوش ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت کعب کو اپنی چادر (بردہ) عطا فرمائی۔ اور ان کی گزشتہ خطا کا ایک حرف بھی زبان پر نہ لائے (۲۸)۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت امیر حمزہ کا قاتل وحشی حبشی غلام سفیان بن حرب جنگ احد کے بعد مکہ میں رہا کرتا تھا۔ جب مکہ میں اسلام پھیلا۔ تو وہ بھاگ کر طائف چلا گیا۔ پھر وفد طائف کے ساتھ ماہ رمضان ۹ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور ایمان لایا۔ آپ نے ان سے صرف اتنا فرمایا کہ مجھے اپنا چہرہ نہ دکھایا کرو (۲۹)۔

حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ فاحش تھے اور نہ متفحش۔ اور نہ بازار میں شور کرنے والے تھے۔ آپ بدی کا بدلہ بدی سے نہ دیا کرتے تھے بلکہ معاف کر دیتے اور درگزر

فرماتے (۳۰)۔

اب ہم چند متفرق مثالیں اور پیش کرتے ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ روایت کرتے ہیں کہ ایک اعرابی نے مسجد نبوی میں پیشاب کر دیا۔ لوگ اسے مارپیٹ کرنے کے لئے اٹھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "اسے جانے دو۔ اور اس کے پیشاب پر پانی کا ایک ڈول بہادو۔ کیونکہ تم نرم گیر بنا کر بھیجے گئے ہو۔ سخت گیر بنا کر نہیں بھیجے گئے (۳۱)۔"

حضرت انس کا بیان ہے کہ ایک روز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جارہا تھا۔ آپ سخت حاشیہ والی نجرانی چادر اوڑھے ہوئے تھے۔ ایک بدو آپ کے پاس آیا۔ اس نے آپ کی چادر کے ساتھ آپ کو ایسا سخت کھینچا کہ چادر پھٹ گئی۔ آپ کی گردن مبارک کو جو میں نے دیکھا۔ اس میں چادر کے حاشیہ نے اثر کیا ہوا تھا پھر اس بدو نے کہا۔ "اے محمد! آپ کے پاس جو خدا کا مال ہے اس میں میرے واسطے حکم کیجئے۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف دیکھا۔ پھر ہنس کے اس کے لئے بخشش کا حکم دیا (۳۲)۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خطابخشی کا یہ عالم تھا۔ کہ حسب بیان حضرت عائشہ صدیقہؓ آپ نے کبھی کسی عورت یا خادم کو اپنے دست مبارک سے نہیں مارا۔

حضرت زید بن سعنہ جو احبار یہود میں سے تھے۔ اپنے اسلام لانے کا قصہ یوں بیان کرتے ہیں۔ کہ میں نے تورات میں نبی آخر الزماں کی نبوت کی جو علامات پڑھی تھیں۔ وہ سب میں نے روئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے ہی پہچان لیں۔ صرف دو خصلتیں ایسی تھیں۔ جن کا آزمانا باقی رہا۔ یعنی آپ کا حلم آپ کے غضب پر سبقت لے جاتا ہے۔ اور دوسرے کی شدت جہالت وایذاء آپ کے حلم کو اور زیادہ کر دیتی ہے۔ ان دونوں کی آزمائش کے لئے میں موقع کا منتظر تھا اور آپ سے تلطف سے پیش آتا تھا۔ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دولت خانہ سے نکلے۔ آپ کے ساتھ حضرت علیؓ بن ابی طالب تھے۔ ایک سوار جو بظاہر کوئی بادیہ نشین تھا۔ آپ کی خدمت میں آیا۔ اور یوں عرض کرنے لگا۔ "یا رسول اللہ! فلاں قبیلے کے لوگ ایمان لائے ہیں میں ان سے کہا کرتا تھا۔ کہ اگر تم مسلمان ہو جاؤ۔ تو تمہیں رزق بکثرت ملے گا۔ اب ان کے ہاں امساک باراں اور قحط ہے۔ یا رسول اللہ! مجھے اندیشہ ہے۔ کہیں وہ طمع کے سبب سے اسلام سے برگشتہ نہ ہو جائیں۔ کیونکہ طمع کے لئے ہی وہ اسلام میں داخل ہوئے ہیں۔ اگر آپ کی رائے مبارک ہو تو کچھ ان کی دستگیری فرمایئے۔" یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پہلو میں ایک شخص (جو میرے گمان میں حضرت علی تھے) کی طرف دیکھا۔ اس نے عرض کیا کہ اس میں سے تو کچھ باقی نہیں رہا۔ یہ دیکھ کر میں آگے بڑھا اور آپ سے کھجوروں کی میعاد معین میعاد معلوم پر خرید کی۔ اور اس کی قیمت اسی مثقال

سونا اپنی ہمیانی سے نکال کر پیشتر دے دی۔ آپ نے وہ اسی مثقال اس سوار کو دے دیئے اور فرمایا کہ جلدی جاؤ اور اس قبیلے کے لوگوں میں اسے تقسیم کر دو۔ جب میعاد ختم ہونے میں دو تین دن باقی رہ گئے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک انصاری کے جنازے کے ساتھ نکلے۔ آپ کے ہمراہ من جملہ دیگر اصحاب حضرت ابوبکر و عمر و عثمان تھے۔ جب آپ نماز جنازہ سے فارغ ہوئے اور بیٹھنے کے لئے ایک دیوار کے قریب پہنچے۔ تو میں نے آگے بڑھ کر آپ کی قمیص اور چادر کے دامن پکڑ لئے۔ اور تند نگاہ سے آپ کی طرف دیکھ کر یوں کہا۔ "اے محمد! کیا تو میرا حق ادا نہیں کرتا۔ اے عبد المطلب کے خاندان والو! قسم بخدا تم ادائے حق سے گریز کرنے کے لئے حیلے حوالے کیا کرتے ہو۔" حضرت عمر نے تیز نگاہ سے میری طرف دیکھ کر کہا۔ "او دشمن خدا! کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہتا ہے جو میں سن رہا ہوں۔ اور آپ کے ساتھ یہ سلوک کرتا ہے جو میں دیکھ رہا ہوں۔ قسم ہے اس ذات پاک کی جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے۔ اگر مجھے مسلمانوں اور تیری قوم کے درمیان صلح کے فوت ہو جانے کا ڈر نہ ہوتا۔ تو اپنی تلوار سے تیرا سر اڑا دیتا۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آرام و آہستگی اور تبسم کی حالت میں حضرت عمر کی طرف دیکھ کر فرمایا۔ "عمر! مجھے اور اسے بجائے اس سختی کے اس بات کی زیادہ ضرورت تھی۔ کہ تم مجھے حسن ادائے حق اور اسے حسن تقاضا کا امر کرتے۔ اے عمر! اس کو لے جاؤ۔ اور اس کا حق ادا کر دو۔ اور اسے جو تم نے دھمکایا ہے۔ اس کے عوض بیس صاع کھجوریں اور دے دو۔" حضرت عمر مجھے اپنے ساتھ لے گئے اور میرا حق ادا کر دیا۔ اور بیس صاع کھجوریں علاوہ دیں۔ میں نے پوچھا کہ یہ زائد کیسی ہیں حضرت عمر نے اس کا جواب دیا۔ پھر میں نے کہا۔ عمر! کیا تم مجھے پہچانتے ہو؟ جواب دیا کہ نہیں۔ میں نے کہا۔ کہ میں زید بن سعنہ ہوں۔ فرمایا۔ وہی زید جو یہودیوں کا عالم ہے؟ میں نے کہا۔ ہاں۔ پھر پوچھا کہ تو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایسا سلوک کیوں کیا؟ میں نے کہا۔ اے عمر! جس وقت میں نے روئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ وہ تمام علامات جو میں تورات میں پڑھا کرتا تھا موجود پائیں۔ ان میں سے صرف دو علامتیں باقی تھیں جو میں نے اب آزمالیں۔ "اے عمر! میں تجھ کو گواہ بناتا ہوں کہ میں اللہ کو اپنا پروردگار اور اسلام کو اپنا دین اور محمد کو اپنا پیغمبر ماننے پر راضی ہو گیا۔ اور میں تجھے گواہ بناتا ہوں کہ میرا آدھا مال امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر صدقہ ہے پھر حضرت عمرؓ اور زید دونوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور حضرت زید نے بارگاہ رسالت میں اظہار اسلام کیا (۳۴)۔ اسلام لانے کے بعد حضرت زید بن سعنہ بہت سے غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ رہے۔ اور غزوۂ تبوک میں دشمن کی طرف بڑھتے ہوئے شہید ہوئے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

## شفقت ورحمت

اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سارے جہان کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ٥ (انبیآء : ۱۰۷)

ترجمہ:۔ اور نہیں بھیجا ہم نے تجھ کو مگر رحمت بنا کر سارے جہاں کے لئے۔

اس لئے تمام مخلوقات آپ کی رحمت سے بہرہ ور ہے۔ جیسا کہ ذیل کے مختصر بیان سے واضح ہو گا۔

## امت پر شفقت ورحمت

اللہ تعالیٰ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں یوں فرماتا ہے:۔

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ٥ (توبہ : اخیر رکوع)

ترجمہ:۔ البتہ تحقیق تمہارے میں کا ایک پیغمبر تمہارے پاس آیا ہے۔ تمہاری تکلیف اس پر شاق گزرتی ہے۔ اس کو تمہاری ہدایت وصلاح کی حرص ہے۔ وہ ایمان والوں پر شفقت رکھنے والا اور مہربان ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف حمیدہ میں ذکر کر دیا کہ امت کی تکلیف ان پر شاق گزرتی ہے۔ ان کو شب وروز یہی خواہش دامن گیر ہے کہ امت راہ راست پر آ جائے اس کتاب کے مطالعہ سے ظاہر ہے کہ آپ نے امت کی ہدایت وبہبودی کے لئے کیا کیا مصیبتیں جھیلیں۔ سخت سے سخت مصیبت میں بھی آپ نے بد دعا نہ فرمائی بلکہ ہدایت کی دعا کی۔ ایمان والوں پر آپ کی شفقت ورحمت ظاہر ہے۔ اسی واسطے آپ نے کسی مقام پر امت کو فراموش نہیں فرمایا۔ بغرض توضیح چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

جس روز آندھی یا آسمان پر بادل ہوتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک میں غم وفکر کے آثار نمایاں ہوتے۔ اور آپ کبھی آگے بڑھتے اور کبھی پیچھے ہٹتے۔ جب بارش ہو جاتی۔ تو آپ خوش ہوتے اور حالت غم جاتی رہتی۔ حضرت عائشہ صدیقہ نے آپ سے اس کا سبب دریافت کیا۔ تو فرمایا۔ کہ میں ڈرتا ہوں کہ مبادا (قوم عاد کی طرح) یہ عذاب ہو جو میری امت پر مسلط کیا گیا ہو۔ (۳۶)

حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں دعا مانگی:۔

اَللّٰهُمَّ مَنْ وُّلِيَ مِنْ اَمْرِ اُمَّتِيْ شَيْئًا فَشَقَّ عَلَيْهِمْ فَاشْقُقْ عَلَيْهِ وَمَنْ وُّلِيَ مِنْ اَمْرِ اُمَّتِيْ شَيْئًا فَرَفَقَ بِهِمْ فَارْفُقْ بِهٖ ۔

ترجمہ:۔ خدایا جو شخص میری امت کے کسی کام کا والی و متصرف بنایا جائے پس وہ ان کو مشقت میں ڈالے تو اس والی کو مشقت میں ڈال اور جو شخص میری امت کے کسی کام کا والی بنایا جائے۔ پس وہ ان کے ساتھ نرمی کرے۔ تو اس والی کے ساتھ نرمی کر۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جہاد کا اس قدر شوق تھا کہ آپ چاہتے تھے کہ میں بار بار شہید ہو کر زندہ ہوتا رہوں۔ مگر چونکہ امت میں سے ہر ایک پر واجب تھا کہ جہاد میں آپ کے ساتھ نکلے بفحوائے آیہ ذیل:۔

مَا كَانَ لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ وَمَنْ حَوْلَهُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ اَنْ يَّتَخَلَّفُوْا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ وَلَا يَرْغَبُوْا بِاَنْفُسِهِمْ عَنْ نَّفْسِهٖ ۭ (توبہ: ع ۱۵)

ترجمہ:۔ نہ چاہئے مدینہ کے رہنے والوں کو اور ان اعراب کو جو ان کے گرد ہیں کہ پیچھے رہ جائیں رسول خدا سے۔ اور نہ یہ کہ رسول کی جان سے اپنی جان کو زیادہ چاہیں۔

اس لئے آپ سرایا میں لشکر اسلام کے ساتھ بدیں خیال تشریف نہ لے جایا کرتے تھے کہ اگر میں ہر فوج کے ہمراہ جاؤں تو مسلمانوں کی ایک جماعت پیچھے رہ جائے گی۔ کیونکہ میرے پاس اس قدر گھوڑے اونٹ نہیں کہ سب کو سوار کر کے ساتھ لے جاؤں اور نہ ان میں استطاعت ہے کہ سوار ہو کر میرے ساتھ چلیں۔ اس طرح پیچھے رہ جانے والے گنہگار اور ناخوش و شکستہ دل ہوں گے (۳۷)۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ عزوجل کا قول حضرت ابراہیمؑ کی نسبت رب انہن اضللن کثیرا من الناس۔ الآیہ۔ اور حضرت عیسیٰ کا قول ان تعذبہم فانہم عبادک وان تغفر لہم فانک انت العزیز الحکیم۔ تلاوت فرمایا۔ پھر اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر یوں دعا کی:۔

اللہم امتی امتی۔ (خدایا میری امت میری امت) اور رو پڑے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیلؑ کو حکم دیا کہ محمد کے پاس جاؤ (حالانکہ تیرا پروردگار خوب جانتا ہے)۔ ان سے رونے کا سبب دریافت کرو۔ حضرت جبرئیل نے حاضر خدمت ہو کر رونے کا سبب پوچھا۔ آپ نے بتادیا (حالانکہ خدا کو خوب معلوم ہے) اللہ تعالیٰ نے حکم دیا۔ اے جبرئیل! محمد کے پاس جاؤ اور ان سے کہہ دو کہ ہم آپ کو آپ کی امت کے بارے میں راضی کریں گے۔ اور غمگین نہ کریں گے (۳۸)۔

حضرت ابو ہریرہ کا بیان ہے۔ کہ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو مومن مرجائے اور مال چھوڑ جائے۔ تو وہ اس کے وارثوں کو خواہ کوئی ہوں ملنا چاہئے۔ اور جو مومن قرض یا (محتاج) عیال چھوڑ جائے۔ تو چاہئے کہ قرض خواہ یا عیال میرے پاس آئے۔ کیونکہ میں اس کا ولی و متکفل ہوں۔ (۳۹)۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین رات نماز تراویح اپنے اصحاب کرام کو پڑھائی۔ چوتھی رات صحابہ کرام بکثرت مسجد میں جمع ہوئے اور انتظار کرتے رہے۔ مگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف نہ لائے صبح کی نماز کے بعد آپ نے یوں تقریر فرمائی (۴۰)۔

أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّهُ لَمْ يَخْفَ عَلَيَّ مَكَانُكُمْ لَكِنِّي خَشِيتُ أَنْ تُفْرَضَ عَلَيْكُمْ فَتَعْجِزُوا عَنْهَا۔

ترجمہ:۔ امابعد تمہارا مسجد میں جمع ہونا مجھ پر پوشیدہ نہ تھا۔ لیکن میں ڈر گیا کہ کہیں تم پر یہ نماز فرض ہو جائے۔ اور تم اس کے ادا کرنے سے عاجز آجاؤ۔

نماز تراویح کی طرح بعضے اور افعال کو آپ نے صرف اس ڈر سے ترک کر دیا کہ کہیں امت پر فرض نہ ہو جائیں۔ ہر نماز کے لئے مسواک کا ترک کرنا۔ تاخیر عشاء کا ترک کرنا اور صوم وصال سے منع فرمانا اسی قبیل سے ہیں۔

یہ آپ کی شفقت ہی کا باعث تھا کہ دین و دنیا میں امت کے لئے تخفیف و آسانی ہی مدنظر رہی۔ چنانچہ جب آپ کو دو امروں میں اختیار دیا جاتا۔ تو آپ ان میں سے آسان کو اختیار فرماتے۔ بشرطیکہ وہ آسان موجب گناہ نہ ہوتا۔ اور اگر ایسا ہوتا تو آپ سب سے بڑھ کر اس سے دور رہنے والے تھے (۴۱)۔

شب معراج میں پہلے پچاس نمازیں فرض ہوئیں۔ بارگاہ رب العزت سے واپس آتے ہوئے جب آپ آسمان ششم میں حضرت موسیٰ کے پاس سے گزرے۔ تو انہوں نے آپ سے دریافت کیا۔ کہ کیا حکم ملا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ ہر روز پچاس نمازوں کا حکم ملا ہے۔ حضرت موسیٰؑ نے عرض کیا۔ کہ آپ کی امت ہر روز پچاس نمازیں نہ پڑھ سکے گی۔ آپ اپنی امت سے بوجھ ہلکا کرائیں۔ چنانچہ آپ درگاہ رب العزت میں بار بار حاضر ہو کر تخفیف کراتے رہے۔ یہاں تک کہ پانچ رہ گئیں۔ اور آپ اس پر راضی ہو گئے (صحیحین)۔

جب شب معراج میں حضور مقام قاب قوسین میں پہنچے۔ تو باری تعالیٰ کی طرف سے آپ پر یوں سلام پیش ہوا۔

اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ۔

ترجمہ:۔ اے نبی! تم پر سلام اور اللہ کی رحمت اور برکتیں۔

اس کے جواب میں آپ نے عرض کیا:۔

اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِیْنَ۔

ترجمہ:۔ سلام ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر

اس جواب میں حضور نے عباد صالحین کو الگ ذکر کر کے گنہگاران امت کو غایت کرم سے سلام میں اپنے ساتھ شامل رکھا۔ اور اسی واسطے صیغہ جمع (علینا) استعمال فرمایا۔

حضرت جابر روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ میرا حال اور میری امت کا حال اس شخص کی مثل ہے۔ جس نے آگ روشن کی۔ پس ٹڈیاں اور پروانے اس میں گرنے لگے۔ اور وہ ان کو آگ سے ہٹاتا تھا۔ سو میں کمر سے پکڑ کر آگ سے بچانے والا ہوں۔ اور تم میرے ہاتھ سے چھوٹتے ہو (۴۲)۔ (اور آگ میں گرنا چاہتے ہو)۔

قیامت کے دن لوگ بغرض شفاعت یکے بعد دیگرے انبیائے کرام علیہم السلام کے پاس جائیں گے۔ مگر وہ سب عذر پیش کریں گے۔ آخر کار حضور شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوں گے۔ آپ حمد و ثناء کے بعد سجدے میں گر پڑیں گے۔ باری تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہو گا کہ سر سجدے سے اٹھایئے۔ جو کچھ مانگئے۔ دیا جائے گا۔ شفاعت کیجئے۔ آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ اس وقت آپ یوں عرض کریں گے۔ یارب امتی امتی اے میرے پروردگار! میری امت میری امت (صحیحین) اب عالم برزخ میں ہر روز آپ پر امت کے اعمال پیش ہوتے ہیں۔ اچھے عملوں کو دیکھ کر آپ خدا کا شکر اور برے عملوں کو دیکھ کر مغفرت کی دعا کرتے ہیں۔ جیسا کہ آگے آئے گا۔

## کافروں پر رحمت

پہلی امتوں میں نافرمانی پر عذاب الٰہی ہوتا تھا مگر حضورؐ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وجود باجود کی برکت سے کفار عذاب دنیوی سے محفوظ رہے۔

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِیُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِیْهِمْ۔ (انفال: ع ۴)

ترجمہ:۔ اور خدا ان کو عذاب نہ کرے گا جب تک تو ان میں ہے۔

بلکہ عذاب استیصال کفار سے تا قیامت مرفوع ہے۔

ایک دفعہ صحابہ کرام نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! آپ مشرکین پر بددعا کریں آپ نے فرمایا "میں لعنت کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا میں تو صرف رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں (۴۳)۔

حضرت طفیل بن عمرو دوسی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ دوس میں دعوت اسلام کے لئے بھیجا تھا۔ انہوں نے خدمت اقدس میں حاضر ہو کر یوں عرض کیا۔ "قبیلہ دوس ہلاک ہو گیا۔ کیونکہ انہوں نے نافرمانی کی اور اطاعت سے انکار کر دیا۔ آپ ان پر بددعاء کریں۔" لوگوں کو گمان ہوا کہ آپ بددعاء کرنے لگے ہیں۔ مگر آپ نے یوں دعا فرمائی:۔

اَللّٰھُمَّ اھْدِ دَوْسًا وَّائْتِ بِھِمْ۔

ترجمہ:۔ خدایا! قبیلہ دوس کو ہدایت دے اور ان کو مسلمان کر کے لا۔

جب طائف سے محاصرہ اٹھالیا گیا۔ تو صحابہ کرام نے عرض کیا۔ "یا رسول اللہ! ہم کو قبیلہ ثقیف کے تیروں نے جلا دیا۔ آپ ان پر بددعا کریں۔ مگر آپ نے یوں دعا فرمائی:۔

اَللّٰھُمَّ اھْدِ ثَقِیْفًا۔

ترجمہ:۔ خدایا! ثقیف کو ہدایت دے۔

جنگ احد میں دانت مبارک شہید ہو گیا تھا اور چہرہ مبارک خون آلود تھا۔ مگر زبان مبارک پر یہ الفاظ تھے:۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِقَوْمِیْ فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ۔

ترجمہ:۔ خدایا! میری قوم کا یہ گناہ معاف کر دے کیونکہ وہ نہیں جانتے۔

جب قریش نے از روئے تعنت و عناد ایمان لانے سے انکار کر دیا۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں دعا کی۔ یا اللہ! ان حضرات پر یوسف کے سات سالوں کی طرح سات سال قحط لا۔" چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ قریش نے ہڈیاں اور مردار کھائے۔ اس حالت میں ابو سفیان نے حاضر خدمت ہو کر یوں عرض کیا۔ "یا محمد! آپ کی قوم ہلاک ہو گئی۔ اللہ سے دعا کیجئے۔ کہ ان کی مصیبت دور ہو جائے۔" پس حضور رحمتہ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے دعاء فرمائی اور وہ مصیبت دور ہو گئی (۴۴)۔

حضرت ثمامہ بن آثال یمامی کے ایمان لانے کا قصہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ وہ اسلام لا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے عمرہ کے لئے مکہ میں آئے۔ مشرکین میں سے کسی نے ان سے کہا کہ تم ہمارے دین سے برگشتہ ہو گئے۔ ثمامہ نے کہا کہ میں نے دین محمدی جو خیر الادیان ہے اختیار کر لیا ہے۔

"خدا کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت کے بغیر غلہ کا ایک دانہ تم تک نہ پہنچے گا (۴۵)"۔
مکہ میں غلہ یمامہ سے آیا کرتا تھا۔ جب یمامہ سے غلہ کی آمد بند ہو گئی۔ تو قریش میں کال پڑ گیا۔ انہوں نے تنگ آ کر صلہ رحم کا واسطہ دے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لکھا۔ آپ نے حضرت ثمامہ کو لکھا کہ یہ بندش اٹھا دو۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا (۴۶)۔

حضرت اسماء بنت ابی بکر بیان کرتی ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں میری ماں میرے پاس آئی۔ وہ مشرکہ تھی۔ میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے دریافت کیا کہ وہ کچھ مانگتی ہے۔ کیا میں اس سے صلہ رحم کروں؟ حضور نے فرمایا (۴۷):-

نعم صلی امک

ترجمہ:- ہاں۔ تو اپنی ماں سے صلہ رحم کر۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سلوک منافقین کے ساتھ قابل غور ہے۔ یہ لوگ سامنے تو چاپلوسی کیا کرتے تھے۔ مگر پیٹھ پیچھے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اذیت دیا کرتے تھے۔ باوجود علم کے آپ ان کے ساتھ خلق سے پیش آتے۔ ان کے لئے استغفار فرماتے۔ اور ان کے جنازے کی نماز پڑھا کرتے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے منع فرما دیا۔

## عورتوں پر شفقت و رحمت

اسلام سے پہلے یہ صنف نازک قعر مذلت میں گری ہوئی اور مردوں کے استبداد کا تختہ مشق بنی ہوئی تھی۔ عرب میں ازدواج کی کوئی حد نہ تھی۔ چنانچہ حضرت غیلان ثقفی ایمان لائے۔ تو ان کے تحت میں دس عورتیں تھیں۔ جب کوئی شخص مرجاتا تو اس کا بیٹا اپنی سوتیلی ماں کو وراثت میں پاتا۔ وہ خود اس سے شادی کر لیتا۔ یا اپنے بھائی یا قریبی کو شادی کے لئے دے دیتا۔ ورنہ نکاح ثانی سے منع کرتا۔ اسی طرح اور خرابیاں بھی تھیں۔ جن کا ذکر پہلے آچکا ہے۔

ہندوستان میں کثرت ازدواج اور نیوگ کو جائز سمجھا جاتا تھا۔ شوہر مرجاتا تو بیوہ نکاح ثانی نہ کر سکتی تھی۔ بلکہ اسے دنیا میں زندہ رہنے کا کوئی حق نہ تھا۔ وہ شوہر کی چتا میں زندہ جل کر بھسم ہو جاتی۔ اور ستی کا پوتر لقب حاصل کرتی۔ طرفہ یہ کہ ایسا حکم صرف عورتوں ہی کے لئے تھا۔ شوہر عورت کی چتا میں نہ جلتا۔

بعض ملکوں مثلاً تبت میں کثرت ازدواج کا عکس پایا جاتا تھا۔ اگر عورت ایک مرد سے شادی کرتی۔ تو وہ اس مرد کے دوسرے بھائیوں کی بھی زوجہ سمجھی جاتی تھی۔ مجوسیوں کے ہاں بیٹی اور ماں سے بھی نکاح جائز سمجھا جاتا تھا۔

مسیحی بیاض تعلیم میں عورت کی عزت واحترام کا کوئی پتا نہیں چلتا۔ خود حضرت مسیح علیہ السلام اپنی والدہ ماجدہ کو اے عورت کہتے ہیں (یوحنا باب ۱۹۔ آیہ ۲۶)۔ اور ستم دیکھیے۔ شوہر عنین ہو۔ خصی ہو مجبوب ہو مجنون ہو یا سزا یافتہ حبس دوام ہو۔ ان حالات میں انجیل مقدس نے عورت کی خلاصی کی کوئی صورت نہیں بتائی۔ مگر یہ کہ زنا جیسے کبیرہ گناہ کا ارتکاب کرے (متی باب ۵۔ آیہ ۳۲ باب ۱۹۔ آیہ ۹)

جزیرہ پاپوا (نیوگنی) کے قدیم باشندوں کے حالات جو اب معلوم کیئے گئے ہیں ان سے پایا جاتا ہے۔ کہ "ان میں شوہر کو اپنی عورت پر پورا اختیار حاصل تھا وہ اپنے شوہر کا مال تھی۔ کیونکہ خاوند اس کے لئے ایک رقم ادا کرتا تھا۔ بعض حالات میں شوہر اس کو قتل کر سکتا تھا (۴۸)۔"

دنیا کے کسی مذہب میں والدین یا شوہر کے ترکہ میں عورت کا کوئی حق نہ تھا۔ اور اب تک بھی اسلام کے سوا کسی مذہب نے عورت کو ترکہ میں کسی کا حقدار نہیں ٹھرایا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے اس ذلیل ومظلوم گروہ کی وہ حق رسی ہوئی۔ کہ دنیا کے کسی مذہب میں نہیں پائی جاتی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عورت کو عزت واحترام کے دربار میں مردوں کے برابر جگہ دی۔ اور مذکورہ بالا مفاسد کا انسداد فرمادیا۔

اسلام سے پہلے کثرت ازدواج کی کوئی حد نہ تھی جیسا کہ اوپر بیان ہوا۔ اسلام نے اسے بصورت ضرورت چار تک محدود کر دیا۔ اور چار کو بھی شرط عدل پر معلق رکھا۔ بصورت فقدان عدل صرف ایک پر مقصور کر دیا۔ مرد عورت پر حاکم ہے۔ اس لئے رعیت کا تعدد ایک حد تک جائز رکھا گیا۔ مگر حاکم کا تعدد جائز نہیں ہو سکتا۔ اس لیئے ایک عورت کے متعدد شوہر نہیں ہو سکتے۔ قرآن مجید میں محرمات کی تفصیل موجود ہے۔ جن میں ماں اور بیٹی داخل ہیں۔ خودکشی خواہ کسی طرح ہو منع ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ۔ (نسار، ع ۱۵)

اور نہ مار ڈالو اپنے آپ کو

## حسن معاشرت کی تاکید

باری تعالیٰ عزاسمہ کا ارشاد ہے:۔

وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ۔ (نسار: ع ۳)

ترجمہ۔ عورتوں کے ساتھ اچھے طریقے سے بود وباش رکھو۔

اگر عورت سرکشی اختیار کرے۔ تو مرد کو اسے قتل کرنے کا اختیار نہیں۔ بلکہ پہلے اسے سمجھائے۔ نہ

سمجھے تو گھر میں اس سے جدا سوئے۔ پھر آخر درجہ مارے بھی تو نہ ایسا کہ ضرب شدید پہنچے۔ چنانچہ قرآن کریم میں ہے۔

وَالّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ . (نساء - ۶ع)

خَیْرُکُمْ خَیْرُکُمْ لِاَهْلِهٖ وَاَنَا خَیْرُکُمْ لِاَهْلِیْ . (ترمذی ودارمی وابن ماجہ)

اور جن عورتوں کی سرکشی کا تم کو ڈر ہو تم ان کو نصیحت کرو۔ اور خواب گاہ میں ان کو جدا کرو اور ان کو مارو۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:۔

خیرکم خیرکم لاهله وانا خیرکم لاهلی

تم میں سب سے اچھا وہ ہے جو اپنے اہل کے لئے سب سے اچھا ہو۔ اور میں اپنے اہل کے لئے تم سب سے اچھا ہوں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مردوں کو عورتوں کی کج خلقی پر صبر کی وصیت یوں فرماتے ہیں:۔

اِسْتَوْصُوْا بِالنِّسَآءِ خَیْرًا فَاِنَّ الْمَرْأَةَ خُلِقَتْ مِنْ ضِلَعٍ وَاِنَّ اَعْوَجَ شَیْءٍ فِی الضِّلَعِ اَعْلَاهُ فَاِنْ ذَهَبْتَ تُقِیْمُهٗ کَسَرْتَهٗ وَاِنْ تَرَکْتَهٗ لَمْ یَزَلْ اَعْوَجَ فَاسْتَوْصُوْا بِالنِّسَآءِ . (بخاری۔ باب خلق آدم وذریتہ)

میں جو تمہیں عورتوں کے ساتھ اچھے برتاؤ کی وصیت کرتا ہوں۔ تم میری وصیت کو قبول کرو۔ کیونکہ عورت استخوان پہلو سے پیدا کی گئی ہے۔ اور استخوان پہلو میں سب سے ٹیڑھی چیز اس کا حصہ بالائی ہے۔ اگر تم اس استخوان کو سیدھا کرنے لگو گے تو اسے توڑ دو گے۔ اور اگر اسے چھوڑ دو گے تو وہ ٹیڑھی رہے گی۔ پس تم عورتوں کے بارے میں میری وصیت کو قبول کرو۔

عورتوں پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت اس قدر تھی۔ کہ اگر آپ نماز کی حالت میں کسی بچہ کی آواز سنتے۔ تو اس کی ماں کی مشقت کے خیال سے نماز میں تخفیف فرماتے

(بخاری باب الایجاز فی الصلوٰۃ واکمالہا)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک سیاہ فام غلام انجشہ نام تھے۔ وہ اونٹوں کے آگے حدی پڑھا کرتے تھے۔ ایک دفعہ سفر میں ازواج مطہرات ساتھ تھیں۔ اونٹ تیز چلنے لگے۔ تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:۔

وَیْحَكَ یَا اَنْجَشَةُ رُوَیْدَكَ بِالْقَوَارِیْرِ . (بخاری۔ کتاب الادب)

ترجمہ:۔ انجشہ! دیکھنا۔ شیشوں کو آہستہ لے چل۔

حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیق مکہ میں حضرت زبیر بن العوام کے نکاح میں آئیں۔ حضرت زبیر کے پاس ایک گھوڑے اور ایک آبکش اونٹ کے سوا کوئی مال و مملوک نہ تھا۔ اس لئے حضرت اسماء گھر کے کام

سے علاوہ گھوڑے کے لئے گھاس لاتیں۔ اور اونٹ کو کھجور کی گٹھلیاں کوٹ کر کھلاتیں۔ چنانچہ آپ بیان فرماتی ہیں کہ میں اس زمین سے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ہجرت کے بعد اموال بنی نضیر میں سے) حضرت زبیر کو عطاء فرمائی تھی اور جو میرے مکان سے دو میل کے فاصلے پر تھی کھجور کی گٹھلیاں اپنے سر پر لاد کر لایا کرتی تھی۔ ایک روز میں آ رہی تھی۔ اور گٹھلیاں میرے سر پر تھیں۔ اس حالت میں میری نظر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑی۔ آپ کے ساتھ انصار کی ایک جماعت تھی۔ آپ نے مجھے آواز دی۔ اور اونٹ کو بٹھا دیا تاکہ مجھے اپنے پیچھے سوار کر لیں۔ میں مردوں کے ساتھ چلنے سے شرما گئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آگے تشریف لے گئے۔ کچھ عرصہ کے بعد حضرت ابو بکر نے ایک خادمہ میرے پاس بھیج دی جو گھوڑے کی خدمت کیا کرتی تھی۔ اس طرح صدیق اکبر نے مجھ کو گویا غلامی سے آزاد کر دیا۔ (۴۹)

صحیح مسلم کی دوسری روایت میں حضرت اسماء کا بیان ہے کہ "میں حضرت زبیر کے ہاں گھر کا کام کیا کرتی تھی۔ ان کا ایک گھوڑا تھا۔ جس کی نگہبانی میرے ذمہ تھی۔ گھوڑے کی نگہبانی سے زیادہ سخت اور کوئی خدمت نہ تھی۔ میں اس کے لئے گھاس لاتی۔ اس کی خدمت و نگہبانی کرتی۔" کچھ عرصہ کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس غلام آئے۔ آپ نے ایک خادمہ حضرت اسماء کو عطا فرمائی جو گھوڑے کی خدمت کیا کرتی تھی۔ (۵۰) ہر دو روایت میں وجہ تطبیق یوں ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ باندی حضرت ابو بکر کے ہاں بھیج دی۔ تاکہ وہ حضرت اسماء کے پاس بھیج دیں۔

## عورتوں کے حقوق

اسلام میں از روئے قرآن و حدیث عورتوں کے حقوق ثابت ہیں۔ چنانچہ باری تعالیٰ عزاسمہ کا ارشاد ہے:۔

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ ۚ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ ۗ (بقرہ ع ۲۸)

ترجمہ:۔ اور عورتوں کا (مردوں پر) حق ہے جیسا کہ (مردوں کا) عورتوں پر ہے۔ ساتھ انصاف کے اور مردوں کو ان پر درجہ (فوقیت) ہے

اس آیت سے ظاہر ہے کہ عورتوں کے مردوں پر حقوق ہیں۔ جیسا کہ مردوں کے عورتوں پر ہیں۔ ازدواجی زندگی میں نباہ نہ ہونے کی صورت میں اگر مرد کو طلاق کا حق ہے۔ تو دوسری طرف عورت کو خلع کا اختیار دیا گیا ہے۔

لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا

تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْاَقْرَبُوْنَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ اَوْ كَثُرَ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا (نساء)

ترجمہ :۔ مردوں کے لئے حصہ ہے اس چیز سے کہ چھوڑ گئے ہیں ماں باپ اور قرابتی اور عورتوں کے لئے حصہ ہے اس چیز سے کہ چھوڑ گئے ہیں ماں باپ اور قرابتی تھوڑا ہو اس میں سے یا بہت ہو حصہ ہے مقرر کیا ہوا۔

اس آیت کی رو سے عورتیں اپنے ماں باپ اور قرابتیوں کی وارث ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوادع کے خطبہ میں یوں (۵۱) ارشاد فرمایا۔

فَاتَّقُوا اللّٰهَ فِي النِّسَاءِ فَاِنَّكُمْ فَاَخَذْتُمُوْهُنَّ بِاَمَانِ اللّٰهِ

ترجمہ :۔ پس عورتوں کے معاملہ میں تم خدا سے ڈرو۔ کیونکہ تم نے ان کو عہد خدا کے ساتھ لیا ہے۔

ایک روز عورتوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں عرض کیا۔ کہ آپ کے ہاں مردوں کا ہر روز ہجوم رہتا ہے۔ آپ ہمارے واسطے ایک خاص دن مقرر فرمائیں۔ چنانچہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے عورتوں کے لئے ایک دن خاص کر دیا۔ وہ اس دن حاضر خدمت اقدس ہوتیں۔ آپ ان کو وعظ و نصیحت فرماتے (۵۲)

حقوق النساء کی تفصیل کے لئے مطولات کی طرف رجوع کرنا چاہئے۔

## یتامیٰ و مساکین و بیوگان پر شفقت و رحمت

یتیموں اور غریبوں پر آپ کی بڑی شفقت تھی۔ چنانچہ یتیم کی خبر گیری کرنے والے کا درجہ بتانے کے لئے آپ نے اپنی انگشت سبابہ و وسطیٰ کے درمیان کچھ کشادگی رکھ کر فرمایا۔ "میں اور یتیم کا متکفل خواہ یتیم اس کے رشتہ داروں میں سے ہو یا اجنبیوں میں سے ہو بہشت میں یوں ہوں گے (۵۳)

حضرت ابو امامہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص محض رضائے خدا کے لئے کسی یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرتا ہے۔ اس کے لئے ہر بال کے مقابلہ میں جس پر اس کا ہاتھ پھرتا ہے نیکیاں ہیں۔ اور جو کسی یتیم لڑکے یا لڑکی کے ساتھ (جو اس کی کفالت میں ہو) نیکی کرتا ہے۔ میں اور وہ بہشت میں ان دو انگلیوں (آپ نے سبابہ و وسطیٰ کو ملا کر اشارہ فرمایا) کی مانند ہوں گے (۵۴)

ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میرا دل سخت ہے۔ اس کا علاج کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرا کرو اور مسکین کو کھانا کھلایا کرو۔

حضرت اسماء بنت عُمیس "زوجہ حضرت جعفر طیار" بیان کرتی ہیں۔ کہ جس دن حضرت جعفر "غزوہ موتہ میں" شہید ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے ہاں قدم رنجہ فرمایا۔ میں اس دن چالیس

کھالوں کی دباغت کر چکی تھی اور آٹا پیس کر اپنے بچوں کو نہلا دھلا کر تیل مل چکی تھی۔ کہ اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے۔ فرمایا اسماء! جعفر کے بچے کہاں ہیں؟ میں نے ان کو حاضر خدمت کیا۔ آپ نے ان کو سینہ سے لگا لیا۔ پھر آپ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور آپ رو پڑے۔ میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! شاید آپ کو جعفر کی طرف سے کچھ خبر آئی ہے۔ فرمایا۔ ہاں وہ آج شہید ہو گئے۔ یہ سن کر میں چلانے لگی۔ عورتیں جمع ہو گئیں۔ فرمانے لگے اسماء! لغو نہ بول اور سینہ نہ پیٹ۔ پھر آپ حضرت فاطمہ زہرا کے ہاں تشریف لے گئے۔ وہ بولیں۔ ہائے چچا! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جعفر جیسے پر عورتوں کو رونا چاہئے۔ (۵۵)

بیوگان و مساکین کی خبر گیری کا ثواب آپ نے یوں بیان فرمایا۔ "بیوگان و مساکین پر خرچ کرنے والا راہ خدا! "جہاد و حج" میں خرچ کرنے والے کی مانند ہے۔

حضرت انس روایت کرتے ہیں کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں دعا کی:۔

اَللّٰهُمَّ اَحْيِنِىْ مِسْكِيْنًا وَّ اَمِتْنِىْ مِسْكِيْنًا وَّ احْشُرْنِىْ فِىْ زُمْرَةِ الْمَسَاكِيْنَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔

ترجمہ:۔ خدایا! مجھے مسکین زندہ رکھ اور مجھے مسکین موت دے اور قیامت کے دن غریبوں کے گروہ میں میرا حشر کر۔

حضرت عائشہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! یہ کیوں؟ آپ نے فرمایا کہ یہ دولتمندوں سے چالیس سال پہلے بہشت میں جائیں گے۔ اے عائشہ! کسی مسکین کو اپنے دروازے سے نامراد نہ پھیرنا۔ گو نصف خرما ہی کیوں نہ ہو۔ اے عائشہ! غریبوں سے محبت رکھ اور ان کو اپنے نزدیک کر۔ خدا تجھے قیامت کے دن اپنے سے نزدیک کرے گا۔

## بچوں پر شفقت و رحمت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بچوں پر نہایت شفقت فرماتے تھے۔ بچے آپ کی خدمت میں بغرض دعا و تحنیک لائے جاتے تھے۔ ایک روز ام قیس بنت محصن اپنے شیر خوار بچہ کو خدمت اقدس میں لائی۔ آپ نے اس بچہ کو اپنی گود میں بٹھا لیا۔ اس نے آپ کے کپڑے پر پیشاب کر دیا۔ آپ نے اس پر پانی بہا دیا اور کچھ نہ کہا۔

آپ بچوں کو چومتے اور پیار کرتے تھے۔ ایک روز آپ حضرت حسن بن علی کو چوم رہے تھے۔ اقرع بن حابس تمیمی آپ کے پاس بیٹھے تھے۔ دیکھ کر کہنے لگے۔ کہ میرے دس لڑکے ہیں۔ میں نے ان میں سے کسی

کو نہیں چوما۔ آپ نے فرمایا "جو رحم نہیں کرتا۔ اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔" ایک بدو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر کہنے لگا۔ کہ تم بچوں کو چومتے ہو۔ ہم نہیں چومتے۔ آپ نے فرمایا۔ "جب اللہ تمہارے دل سے رحمت نکال لے۔ تو میں کیا کر سکتا ہوں"۔

حضرت جابر بن سمرہ بیان کرتے ہیں۔ کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز ظہر پڑھی۔ نماز سے فارغ ہو کر آپ دولت خانہ کو تشریف لے گئے میں آپ کے ساتھ ہو لیا۔ راستے میں بچے ملے۔ آپ نے ہر ایک کے رخساروں پر دست شفقت پھیرا۔ اور میرے رخساروں پر بھی پھیرا۔ میں نے آپ کے دست مبارک کی ٹھنڈک یا خوشبو ایسی پائی کہ گویا آپ نے اپنا ہاتھ مبارک عطار کے صندوقچہ میں سے نکالا تھا۔

جب آپ کا گزر بچوں پر ہوتا۔ تو ان کو سلام کیا کرتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب کا بیان ہے۔ کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی سفر سے تشریف لاتے تو آپ کے اہل بیت کے بچے خدمت شریف میں لائے جاتے۔ ایک دفعہ آپ کسی سفر سے تشریف لائے۔ تو پہلے مجھے خدمت شریف میں لے گئے۔ آپ نے مجھے اپنے آگے سوار کر لیا۔ پھر حضرت فاطمہ زہرا کے دو لڑکوں میں سے ایک لائے گئے۔ آپ نے ان کو اپنے پیچھے سوار کر لیا۔ اس طرح تینوں ایک سواری پر داخل مدینہ ہوئے۔ (۵۶)

فتح مکہ کے دن جب آپ مکہ میں تشریف لائے۔ تو حضرت عباس کے صاحب زادوں قثم اور فضل کو اپنی سواری پر آگے پیچھے بٹھا لیا۔ (۵۷)

حضرت ابو رافع بن عمرو غفاری کے چچا بیان کرتے ہیں۔ کہ میں لڑکپن میں انصار کے نخلستان میں جاتا۔ اور درختوں پر ڈھیلے مارتا۔ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گئے۔ آپ نے پوچھا لڑکے! تو درختوں پر ڈھیلے کیوں مارتا ہے؟ میں نے کہا کھجوریں کھانے کے لئے۔ آپ نے فرمایا۔ ڈھیلے نہ مارا کرو۔ کھجوریں جو نیچے گری ہوں کھا لیا کرو۔ پھر آپ نے میرے سر پر دست شفقت پھیرا اور یوں دعا فرمائی۔ "خدایا! اس کا پیٹ بھر دے (۵۸)۔

حضرت ابو ہریرہ کا بیان ہے کہ فصل کا کوئی پھل پکتا۔ تو لوگ اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا کرتے۔ آپ اس پر یہ دعا پڑھا کرتے۔ "خدایا ہمیں اپنے مدینہ میں اور اپنے پھل اور اپنے مد میں اور اپنے صاع میں برکت دے۔" اس دعا کے بعد بچے جو حاضر خدمت ہوا کرتے ان میں سے سب سے چھوٹے کو وہ پھل عنایت فرماتے۔ (۵۹)

حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ ایک عورت میرے پاس آئی۔ اس کے ساتھ دو لڑکیاں تھیں۔ اس

نے مجھ سے کچھ مانگا۔ اس وقت میرے پاس صرف ایک کھجور تھی۔ میں نے وہی اسے دے دی۔ اس نے دونوں لڑکیوں میں تقسیم کر دی۔ پھر وہ چلی گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر تشریف لائے۔ تو میں نے یہ قصہ آپ سے عرض کر دیا۔ آپ نے فرمایا۔ "جس شخص کے ہاں لڑکیاں ہوں اور وہ ان کی پرورش اچھی طرح کرے۔ تو وہ آتش دوزخ اور اس کے درمیان حائل ہو جائیں گی۔" (۶۰)

ام خالد بنت خالد بن سعید بن عاص قرشیہ امویہ کے والدین ہجرت کر کے حبشہ میں چلے گئے تھے۔ یہ وہیں پیدا ہوئیں۔ اور لڑکپن میں وہاں سے مدینہ آگئیں۔ حضرت زبیر بن العوام کے ساتھ بیاہی گئیں۔ جن سے ایک لڑکا خالد نام پیدا ہوا۔ اس سبب سے ان کی کنیت ام خالد ہوئی۔ ان کا بیان ہے کہ ایک روز میں اپنے والد کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ زرد رنگ کا کرتہ میرے بدن پر تھا۔ آپ نے دیکھ کر فرمایا۔ سنہ سنہ "حبشی زبان میں حسنہ کو کہتے ہیں" میں خاتم نبوت سے کھیلنے لگی۔ میرے باپ نے مجھے جھڑک دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کھیلنے دو۔ پھر تین بار فرمایا۔ تو اس کو پہن کر پرانا کرے۔ (۶۱)

ام خالد ہی بیان کرتی ہیں کہ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کپڑے آئے۔ ان میں ایک سیاہ چادر تھی۔ جس میں دونوں طرف آنچل تھے۔ آپ نے حاضرین سے پوچھا کہ یہ چادر کس کو اوڑھاؤں۔ کسی نے جواب نہ دیا۔ آپ نے فرمایا ام خالد کو لاؤ۔ مجھے لے گئے تو آپ نے اپنے دست مبارک سے وہ چادر مجھے اوڑھائی۔ اور دو دفعہ فرمایا۔ "تو اسے پہن کر پرانی کرے" آپ چادر کی بوٹیاں دیکھ رہے تھے۔ اور ہاتھ مبارک سے میری طرف اشارہ کر کے فرماتے تھے "ام خالد! یہ سنہ ہے۔ ام خالد یہ سنہ ہے۔" سنہ حبشی زبان میں حسن "اچھے" کو کہتے ہیں۔ (۶۲)

غزوات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت تھی کہ بچوں، عورتوں اور بوڑھوں کو قتل نہ کرنا۔

آپ کا وجود باجود لڑکیوں کے لئے خصوصیت سے رحمت تھا زمانہ جاہلیت میں بعضے عرب افلاس کے ڈر سے لڑکیوں کو زندہ در گور کر دیتے تھے۔ چنانچہ ایک شخص حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا۔ کہ ہم اہل جاہلیت و بت پرست تھے۔ اپنی اولاد کو مار ڈالتے تھے۔ میرے ہاں ایک لڑکی تھی۔ میں نے اسے بلایا۔ وہ خوشی خوشی میرے پیچھے ہولی۔ جب میں نزدیک ہی اپنے اہل کے ایک کنوئیں پر پہنچا۔ تو میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کنوئیں میں گرا دیا۔ وہ ابا ابا کہتی تھی۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑے آپ نے فرمایا۔ کہ یہ قصہ مجھے پھر سناؤ۔ اس شخص نے دہرایا۔ تو آپ اتنا روئے کہ آنسوؤں سے ڈاڑھی مبارک تر ہو گئی۔ (۶۳)

عرب کی طرح ہند میں بھی دختر کشی پائی جاتی تھی۔ رومتہ الکبریٰ میں بچہ کشی کی رسم زمانہ قدیم سے جاری

تھی۔ چنانچہ ایڈورڈ گبن صاحب اپنی تاریخ میں یوں رقمطراز ہے:۔

"اپنے ننھے پیدا ہوئے بچوں کے باہر پھینک آنے یا قتل کرنے کی خوفناک رسم جس سے قدماء خوب آشنا تھے۔ رومتہ الکبریٰ کے صوبجات بالخصوص اطالیہ میں روز بروز کثیر الوقوع ہوتی جاتی تھی۔ اس کا باعث افلاس تھا۔ اور افلاس کے بڑے اسباب ٹیکسوں کا ناقابل برداشت بوجھ اور مفلس مدیونوں کے خلاف محکمہ مال کے افسروں کے تکلیف دہ اور بے درد مقدمات تھے۔ نوع انسان کے کم مالدار یا کم محنت کش حصہ نے عیال میں اضافہ کی خوشی منانے کی بجائے شفقت پدری کا مقتضا یہ سمجھا تھا۔ کہ اپنے بچوں کو ایسی زندگی کی آنے والی تکلیفوں سے چھڑا دیا جائے جسے وہ خود نباہنے کے قابل نہ تھے۔ قسطنطینہ (متوفی ۲۲ مئی ۳۳۷ء) کی مروت شاید مایوسی کے بعض تازہ غیر معمولی واقعات سے حرکت میں آئی۔ کہ اس نے پہلے اطالیہ پھر افریقہ کے تمام شہروں کی طرف ایک فرمان بھیجا۔ جس میں یہ ہدایت تھی کہ والدین اپنے ایسے بچے مجسٹریٹوں کی عدالتوں میں پیش کیا کریں جن کو ان کا افلاس تعلیم دلانے کی اجازت نہیں دیتا۔ ان کو فوری و کافی امداد دی جائیگی۔ لیکن یہ وعدہ ایسا فیاضانہ اور بندوبست ایسا بے سروپا تھا۔ کہ اس پر کوئی عام یا دائمی فائدہ مترتب نہ ہوا۔ یہ قانون اگرچہ کسی قدر قابل تحسین تھا۔ مگر افلاس عامہ کو کم کرنے کی بجائے یہ افلاس کے اظہار کا ذریعہ بنا"۔ (۶۴)

یہ رسم بد جس کا انسداد کسی دنیوی قوت سے نہ ہو سکا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے عرب بلکہ آہستہ آہستہ تمام دنیا سے اٹھ گئی۔ ارشاد باری تعالیٰ عزاسمہ یوں ہوا:۔

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ ؕ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ ۚ (انعام: ع ۱۹)

وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ ۝ بِاَيِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ ۝ (تکویر)

ترجمہ:۔ اور تم اپنے بچوں کو مفلسی کے ڈر سے ہلاک نہ کرو۔ ہم تم کو اور ان کو رزق دیتے ہیں۔

ترجمہ:۔ اور جب زندہ در گور لڑکی پوچھی جائے گی کہ تو کس گناہ کے بدلے ہلاک کی گئی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادیا:۔

اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَيْكُمْ عُقُوْقَ الْاُمَّهَاتِ وَوَأْدَ الْبَنَاتِ۔ (مشکوۃ۔ باب البر والصلہ)

ترجمہ:۔ اللہ نے تم پر حرام فرمادیا ماؤں کی نافرمانی اور لڑکیوں کو زندہ در گور کرنا۔

عورتیں جن چیزوں پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کیا کرتی تھیں ان میں سے ایک یہ تھی:۔

وَلَا يَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ ۔ (ممتحنہ ۲ ع)

ترجمہ:۔ وہ اپنے بچوں کو ہلاک نہ کیا کریں گی۔

# غلاموں پر شفقت و رحمت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غلاموں کے آزاد کرنے کو موجب نجات فرمایا ہے۔ چنانچہ آپ کا ارشاد ہے۔ "جو کوئی کسی مسلمان غلام کو آزاد کرتا ہے اس غلام کے ہر عضو کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ اس کا ایک عضو دوزخ کی آگ سے آزاد کرتا ہے۔ (۶۵)" علاوہ ازیں کفارات میں جابجا غلام آزاد کرنا واجب رکھا گیا ہے۔

اسلام میں غلاموں کے حقوق کا خاص لحاظ ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں تمہارے غلاموں میں جو تمہارے موافق ہو۔ اسے کھلاؤ اس میں سے جو تم کھاتے ہو۔ اور پہناؤ اس میں سے جو تم پہنتے ہو۔ اور ان میں سے جو تمہارے موافق نہ ہو۔ اسے بیچ دو۔ اور خلق خدا کو عذاب نہ دو۔ (۶۶)

حضرت ابو مسعود انصاری بیان کرتے ہیں۔ کہ میں اپنے غلام کو مار رہا تھا۔ کہ میں نے اپنے پیچھے سے یہ آواز سنی۔ "ابو مسعود! جان لو کہ تم کو جس قدر اس غلام پر اختیار ہے۔ اس سے زیادہ خدا کو تم پر اختیار ہے۔" میں نے مڑ کر جو دیکھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! میں نے اس کو رضائے خدا کے لئے آزاد کر دیا۔ آپ نے فرمایا۔ "دیکھو! اگر تم ایسا نہ کرتے۔ تو دوزخ کی آگ تم کو جلاتی۔ (۶۷)

حضرت ابو ذر کا بیان ہے کہ میں نے ایک عجمی غلام کو برا بھلا کہا۔ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کر دی۔ آپ نے فرمایا۔ "ابو ذر! تم میں جاہلیت ہے۔ وہ تمہارے بھائی ہیں۔ خدا نے تم کو ان پر فضیلت دی ہے۔ ان میں سے جو تمہارے موافق نہ ہو۔ اسے بیچ دو۔ اور خلق خدا کو عذاب نہ دو۔ (۶۸)

حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے۔ کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا۔ "یا رسول اللہ! ہم خادم کو کتنی بار معاف کر دیا کریں۔" آپ خاموش رہے۔ اس نے دوسری بار دریافت کیا۔ پھر بھی آپ خاموش رہے۔ تیسری بار دریافت کرنے پر فرمایا کہ ہر روز ستر بار معاف کر دیا کرو۔ (۶۹)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص اپنے غلام کے منہ پر تھپڑ مارے۔ اس کا کفارہ یہ ہے۔ کہ اسے آزاد کر دے۔ حضرت سوید بن مقرن بیان کرتے ہیں کہ ہم سات بھائی تھے۔ ہمارے ہاں صرف ایک خادمہ تھی۔ ہم میں سے ایک نے اس کے منہ پر تھپڑ مارا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کہا کہ خادمہ کو آزاد کر دو۔ انہوں نے کہا کہ ہمارے ہاں صرف یہی ایک خادمہ ہے۔ آپ نے فرمایا کہ

وہ خدمت کرتی رہے۔ یہاں تک کہ بے نیاز ہو جائیں۔ جب ضرورت نہ رہے تو اسے آزاد کر دیں۔ (۷۰)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو غلاموں کی بہبودی کا اس قدر خیال تھا کہ جب وفات شریف کا وقت قریب آپہنچا۔ تو آپ یوں وصیت فرما رہے تھے۔

الصلوۃ وما ملکت ایمانکم

ترجمہ:۔ نماز اور غلام۔

## چوپایوں پر شفقت و رحمت

انسان تو درکنار چوپایوں پر بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت تھی۔ ایک روز آپ ایک انصاری کے باغ میں داخل ہوئے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ وہاں ایک اونٹ ہے۔ جب اس اونٹ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو رو پڑا اور اس کی دونوں آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ آپ اس کے پاس آئے۔ اور اس کے پس گوش پر ہاتھ پھیرا۔ وہ چپ ہو گیا۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ اس اونٹ کا مالک کون ہے؟ ایک انصاری نوجوان نے عرض کیا۔ کہ یہ اونٹ میرا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ کیا تو اس چوپائے کے بارے میں جس کا اللہ نے تجھ کو مالک بنایا ہے خدا سے نہیں ڈرتا؟ اس نے میرے پاس شکایت کی ہے کہ تو اسے بھوکا رکھتا ہے۔ اور کثرت سے تکلیف دیتا ہے۔ (۷۱)

ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ایک اونٹ پر ہوا۔ جس کی پیٹھ "بھوک اور پیاس کے سبب سے" پیٹ سے لگی ہوئی تھی۔ آپ نے فرمایا۔ "ان بے زبان چوپایوں کے بارے میں اللہ سے ڈرو۔ تم ان پر سوار ہو در آنحالیکہ لائق "سواری کے" ہوں۔ اور ان کو چھوڑو در آنحالیکہ لائق "پھر سوار ہونے کے" ہوں۔" (۷۲)

ایک دفعہ ایک گدھے پر آپ کا گزر ہوا۔ جس کے چہرے پر داغ دیا ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا۔ "لعنت کرے اللہ اس شخص کو جس نے اسے داغ دیا ہے"۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "تم اپنے چوپایوں کی پیٹھوں کو منبر نہ بناؤ۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو تمہارے تابع کیا ہے تاکہ وہ تم کو ایسے شہروں میں پہنچا دیں۔ جہاں تم بغیر مشقت جان نہ پہنچتے اور تمہارے واسطے زمین بنائی۔ پس اس پر اپنی حاجتیں پوری کرو۔ (۷۳)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آداب سفر میں فرمایا ہے۔ کہ جب فراخ سالی ہو اور گھاس بکثرت ہو تو

تم سفر میں دن کو کسی وقت اونٹوں کو چھوڑ دیا کرو۔ تاکہ وہ چر لیں۔ اور جب قحط سالی ہو تو ان کو تیز چلاؤ تاکہ وہ اچھی حالت میں منزل مقصود پر پہنچ جائیں۔ ایسا نہ ہو کہ بصورت تاخیر وہ بھوک کے مارے کمزور ہو کر راستے ہی میں رہ جائیں۔ اور جب تم آخر شب میں کسی جگہ اترو۔ تو راستہ چھوڑ کر ڈیرہ ڈالو۔ کیونکہ رات کے وقت چوپائے اور حشرات الارض راستوں میں پھرا کرتے ہیں۔ (۷۴) اور کھانے کی گری پڑی چیزیں اور ہڈیاں وغیرہ جو راستے میں ہوں کھایا کرتے ہیں۔

حضرت ابو واقد لیثی روایت کرتے ہیں۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے اور لوگ اونٹوں کی کوہان اور بھیڑ بکری کی سرین کا گوشت "کھانے کے لئے" کاٹ لیا کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ جو گوشت کسی زندہ چوپائے سے کاٹا جائے وہ مردار ہے۔ کھانا نہ چاہئے۔ (۷۵)

حضرت ابن عمر روایت کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک عورت ایک بلی کے سبب سے دوزخ میں گئی جسے اس نے باندھ رکھا۔ اور کھانا نہ کھلایا۔ اور نہ چھوڑا تاکہ حشرات الارض کو کھاتی۔ (۷۶)

حضرت ابو ہریرہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک شخص راستے میں چل رہا تھا۔ اسے سخت پیاس لگی۔ ایک کنواں نظر پڑا۔ تو اس میں اتر کر اس نے پانی پیا۔ پھر نکل آیا۔ ناگاہ اس نے ایک کتا دیکھا۔ جو پیاس کے مارے زبان نکالے ہوئے تھا۔ اور مٹی کھا رہا تھا۔ اس شخص نے سوچا کہ اس کتے کو پیاس سے ویسی ہی تکلیف ہے جیسی مجھے تھی۔ اس لئے وہ کنوئیں میں اترا۔ اور اپنا موزہ پانی سے بھرا۔ پھر اسے اپنے منہ سے پکڑا۔ یہاں تک کہ اوپر چڑھ آیا۔ اور کتے کو پانی پلایا۔ خدا نے اس کی قدر دانی کی اور اسے بخش دیا۔ صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا چوپایوں میں ہمارے واسطے کچھ اجر ہے؟ آپ نے فرمایا کہ ہر ذی روح میں اجر ہے۔ (۷۷)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت عامہ کا مقتضاء تھا۔ کہ آپ نے چوپایوں کو باہم لڑانے (۷۸)۔ کسی جانور کو نشانہ بنانے (۷۹)۔ کسی چوپائے یا جانور کو ہلاک کرنے کے لئے حبس (۸۰) کرنے اور حیوان کو مثلہ (۸۱) بنانے سے منع فرما دیا۔

## پرندوں اور حشرات الارض پر شفقت و رحمت

حضرت عبدالرحمٰن کے والد عبداللہ بیان کرتے ہیں۔ کہ ہم ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ آپ قضائے حاجت کے لئے تشریف لے گئے۔ ہم نے ایک پرندہ "زورک" کو دیکھا۔ جس کے ساتھ اس کے دو بچے تھے۔ ہم نے دونوں بچوں کو پکڑ لیا۔ زورک آئی اور اترنے کے لئے بازو

پھیلانے لگی۔ اتنے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے۔ اور آپ نے فرمایا۔ "اس کے بچوں کو پکڑ کر اسے کس نے دکھ دیا ہے۔ اس کے بچے اسے واپس دے دو" پھر آپ نے ایک چیونٹیوں کا گھر دیکھا جسے ہم نے جلا دیا تھا۔ آپ نے پوچھا اسے کس نے جلایا ہے؟ ہم نے عرض کیا کہ ہم نے جلایا ہے۔ اس پر آپ نے فرمایا۔ کہ "جائز نہیں کہ خدا کے سوا کوئی کسی کو آگ کا عذاب دے"۔ (۸۲)

ایک روز حضرت عثمان بن حبان نے ایک پسو پکڑ کر آگ میں ڈال دیا۔ اس پر حضرت ام درداء نے کہا میں نے ابوالدرداء سے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "آگ کے مالک "خدا" کے سوا کوئی کسی کو آگ کا عذاب نہ دے"۔ (۸۳)

عامر تیرانداز سے روایت ہے۔ کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تھے۔ ناگاہ ایک شخص آیا جس پر کمبل تھا۔ اور اس کے ہاتھ میں کوئی چیز تھی۔ جس پر اس نے کمبل لپیٹا ہوا تھا۔ اس نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! درختوں کے جنگل میں میرا گزر ہوا۔ میں نے اس میں ایک پرندے کے بچوں کی آوازیں سنیں۔ میں نے ان کو پکڑ لیا اور اپنے کمبل میں رکھ لیا۔ ان کی ماں آئی اور میرے سر پر منڈلانے لگی۔ میں نے کمبل کو بچوں پر سے دور کر دیا وہ ان پر گر پڑی۔ میں نے ان سب کو اپنے کمبل میں لپیٹ لیا اور وہ یہ میرے پاس ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ ان کو رکھ دے۔ میں نے ان کو رکھ دیا۔ مگر ان کی ماں نے ان کا ساتھ چھوڑنے سے انکار کیا۔ آپ نے فرمایا۔ کیا تم بچوں پر ماں کے رحم کرنے پر تعجب کرتے ہو۔ اس ذات کی قسم جس نے مجھے حق دے کر بھیجا ہے۔ تحقیق اللہ اپنے بندوں پر ان بچوں کی ماں سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے۔ تو ان کو واپس لے جا اور ان کو ماں سمیت وہیں رکھ دے۔ جہاں سے انہیں پکڑا ہے۔ پس وہ ان کو واپس لے گیا۔ (۸۴)

## نباتات و جمادات پر رحمت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت سے جمادات و نباتات کو بھی حصہ ملا ہے۔ آپ کی بعثت سے زمین شرک و کفر کی نجاست سے پاک ہوئی۔ اور نور ایمان چاروں طرف پھیل گیا۔ مسجدیں تعمیر ہونے لگیں۔ اور اذان میں اللہ اور اس کے رسول کا نام پکارا جانے لگا۔ آپ کے تولد ہونے کے بعد آسمان پر شیاطین کا جانا بند ہو گیا۔

جب امساک باراں ہوتا۔ تو لوگ حضور کا وسیلہ پکڑ کر دعا کیا کرتے۔ اور وہ مستجاب ہو جاتی۔ یا حضور خود دعا فرمایا کرتے اور باران رحمت نازل ہوتا۔ جس سے مردہ زمین پھر سے زندہ ہو جاتی اور نباتات اگ آتے۔

غرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت سے دونوں عالم کو حصہ پہنچا ہے۔ انسان کے علاوہ جنات بھی آپ کی دعوت سے دولت ایمان سے مشرف ہوئے۔ فرشتے آپ پر درود بھیجنے کے سبب سے مورد رحمت الٰہی بنے رہتے ہیں۔ کیونکہ حدیث مسلم میں ہے کہ حضور نے فرمایا۔ "جو کوئی مجھ پر ایک بار درود بھیجتا ہے، اللہ اس پر دس بار درود بھیجتا ہے۔ (۸۵)

## تواضع و حسن معاشرت

باوجود علو مرتبت کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب سے بڑھ کر متواضع تھے۔ آپ کی تواضع کا یہ عالم تھا کہ بارگاہ الٰہی سے ایک فرشتے نے حاضر خدمت ہو کر عرض کیا کہ آپ کا پروردگار ارشاد فرماتا ہے کہ اگر آپ چاہیں تو پیغمبری کے ساتھ بندگی و فقر اختیار کریں۔ اور اگر چاہیں تو نبوت کے ساتھ پادشاہت اور امیری لے لیں۔ آپ نے پیغمبری کے ساتھ بندگی کو پسند فرمایا۔ اس کے بعد حضور انور تکیہ لگا کر کھانا نہ کھاتے۔ اور فرماتے "میں کھانا کھاتا ہوں جیسے بندہ کھایا کرتا ہے۔ اور بیٹھتا ہوں جیسے بندہ بیٹھا کرتا ہے"۔ (۸۶)

حضرت ابو امامہؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عصا پر ٹیک لگائے نکلے۔ ہم آپ کے لئے کھڑے ہو گئے۔ آپ نے فرمایا کہ تم کھڑے مت ہو جیسا کہ عجمی ایک دوسرے کی تعظیم کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ (۸۷)

حضرت ابو ہریرہ روایت کرتے ہیں۔ کہ ایک مسلمان اور ایک یہودی نے ایک دوسرے کو دشنام دی۔ مسلمان نے کہا۔ قسم ہے اس ذات کی جس نے محمد کو تمام جہاں والوں پر برگزیدہ کیا۔ یہودی نے کہا قسم ہے اس ذات کی جس نے موسیٰ کو تمام جہان والوں پر برگزیدہ کیا۔ اس پر مسلمان نے ہاتھ اٹھا کر یہودی کے ایک تھپڑ مارا۔ یہودی جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا۔ اور اپنا اور مسلمان کا حال بیان کیا۔ آپ نے (مسلمان سے) فرمایا۔ کہ تم مجھے موسیٰ پر فضیلت نہ دو۔ کیونکہ لوگ (قیامت کے دن) بیہوش ہو کر گر پڑیں گے۔ میں سب سے پہلے ہوش میں آؤں گا۔ ناگاہ موسیٰ عرش کی ایک طرف کو پکڑے ہوئے ہوں گے۔ مجھے معلوم نہیں کہ وہ ان میں سے ہوں گے جو بے ہوش ہوئے اور پھر ہوش میں آئے۔ یا ان میں سے ہوں گے جو بے ہوش ہونے سے مستثنیٰ رہے۔ (۸۸)

حضرت انس روایت کرتے ہیں۔ کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا کہنے لگا۔

یَا خَیْرَ الْبَرِیَّۃِ۔

اے بہترین خلق

آپ نے فرمایا کہ خیر البریہ تو ابراہیم ہیں (۸۹)

حضرت عبداللہ بن الشخیر بیان کرتے ہیں۔ کہ میں بنو عامر کے وفد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ ہم نے کہا آپ ہمارے آقا ہیں۔

آپ نے فرمایا۔ آقا خدا ہے۔ پس ہم نے کہا کہ آپ فضل و کرم میں ہم سب سے افضل و اعظم ہیں۔ آپ نے فرمایا تم یہ کہو یا اس سے بھی کم کہو۔ دیکھنا! شیطان تمہیں اپنا وکیل نہ بنالے۔ (۹۰)

عدی بن حاتم طائی پہلے عیسائی تھے۔ جو اپنی قوم کے سردار تھے۔ اور غنیمت میں سے حسب قاعدۂ جاہلیت چوتھا حصہ لیا کرتے تھے۔ جب ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی خبر پہنچی۔ تو وہ بھاگ کر ملک شام کو چلے گئے۔ ان کی بہن پیچھے رہ گئی۔ اور گرفتار ہو کر بارگاہ رسالت میں آئی۔ اس نے عرض کیا کہ آپ مجھ پر احسان کیجئے۔ خدا تعالیٰ آپ پر احسان کرے گا۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے خوراک و پوشاک اور سواری دے کر اس کی قوم کے ایک قافلہ کے ساتھ روانہ فرما دیا۔ وہ شام میں اپنے بھائی کے پاس پہنچ گئی۔ عدی کو شک تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بادشاہ ہیں یا پیغمبر۔ بہن نے مشورہ دیا کہ تم خود حاضر خدمت ہو کر دیکھ آؤ۔ چنانچہ عدی یوں بیان کرتے ہیں۔ کہ جب میں مدینہ پہنچا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف رکھتے تھے۔ میں نے سلام عرض کیا۔ آپ نے پوچھا کہ تم کون ہو؟ میں نے عرض کیا کہ میں عدی بن حاتم طائی ہوں۔ یہ سن کر آپ کھڑے ہو گئے اور مجھے اپنے گھر لے چلے۔ ناگاہ ایک مسکین بڑھیا کسی حاجت کے لئے حاضر خدمت ہوئی۔ وہ کہنے لگی۔ ٹھہرئیے چنانچہ آپ ٹھہر گئے اور وہ دیر تک کچھ عرض کرتی رہی۔ یہ دیکھ کر میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ بادشاہ نہیں ہیں۔ پھر آپ مجھے اپنے گھر لے گئے۔ آپ نے ایک تکیہ جو کھجور کی چھال سے بھرا ہوا تھا میری طرف پھینکا۔ اور فرمایا کہ اس پر بیٹھ جاؤ۔ میں نے کہا۔ نہیں۔ آپ اس پر تشریف رکھیئے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ تم ہی اس پر بیٹھو۔ چنانچہ حسب الارشاد میں اس پر بیٹھ گیا اور آپ زمین پر بیٹھ گئے۔ یہ دیکھ کر میں نے اپنے دل میں کہا کہ بادشاہ کا یہ حال نہیں ہوا کرتا پھر آپ نے فرمایا۔ عدی بن حاتم! کیا تم رکوسی (۹۱) نہیں ہو؟ میں نے عرض کیا کہ ہاں۔ پھر فرمایا۔ کیا تم غنیمت کا چوتھا حصہ نہیں لیتے؟ میں نے عرض کیا کہ ہاں۔ آپ نے فرمایا۔ کہ یہ تمہارے دین میں جائز نہیں میں اس سے پہچان گیا۔ کہ آپ پیغمبر مرسل ہیں۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ عدی؟ شاید تم اس لئے دین اسلام میں داخل نہیں ہوتے کہ مسلمان غریب اور تعداد میں تھوڑے ہیں۔ اور ان کے دشمن بہت اور صاحب ملک و سلطنت ہیں۔ مگر عنقریب مسلمانوں میں مال کی وہ کثرت ہوگی کہ کوئی صدقہ لینے والا نہ ملے گا۔ اور تم عنقریب سن لوگے کہ ایک عورت اونٹ پر سوار ہو کر قادسیہ سے مکہ میں پہنچ

کر بیت اللہ کا حج کیا کرے گی۔ اور اسے کسی کا ڈر نہ ہو گا۔ اور تم عنقریب سرزمین بابل میں سفید محلات پر مسلمانوں کے قبضہ کی خبر سن لو گے۔ یہ سن کر میں اسلام لایا حضرت عدیؓ فرمایا کرتے تھے کہ ان تین پیش گوئیوں میں سے دوسری اور تیسری پوری ہو چکی ہے۔ اور پہلی پوری ہو کر رہے گی۔ (۹۲)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کو مدح میں مبالغہ کرنے سے روکتے اور فرماتے "میری مدح میں تم مبالغہ نہ کرو۔ جیسا کہ نصاریٰ نے ابن مریم کی مدح میں کیا۔ میں اللہ کا بندہ ہوں مجھے اللہ کا بندہ اور اللہ کا رسول کہا کرو۔ (۹۳)

آپ اپنے اہل خانہ و خدام اور اصحاب سے نہایت تواضع سے پیش آیا کرتے اپنے دولت خانہ میں اہل خانہ کے کاروبار کیا کرتے۔ آپ نے کبھی کھانے کو عیب نہ لگایا۔ خواہش ہوتی تو کھا لیتے ورنہ چھوڑ دیتے۔ حضرت انس نے دس سال تک آپ کی خدمت کی۔ اس عرصہ میں آپ نے کبھی ان کو اف نہ کہا۔ اور نہ یوں فرمایا کہ فلاں کام کیوں کیا اور فلاں کیوں نہ کیا (۹۴)

جب آپ نماز فجر سے (۹۵) فارغ ہوتے۔ تو اہل مدینہ کے خادم پانی کے برتن لے کر حاضر ہوتے۔ آپ ان میں اپنا دست مبارک ڈبو دیتے۔ تاکہ ان کو شفاء اور برکت ہو آپ بیواؤں اور مسکینوں کے ساتھ چلتے۔ اور ان کی حاجت بر آری فرماتے۔ اہل (۹۶) مدینہ کی لونڈیاں آپ کا ہاتھ مبارک پکڑتیں۔ اور اپنے کاموں کے لئے جہاں چاہتیں لے جاتیں۔

آپ بیماروں کی عیادت فرماتے۔ جنازے کے پیچھے چلتے۔ غلاموں کی دعوت قبول فرماتے۔ دراز گوش پر سوار ہوتے۔ اور اپنے پیچھے اوروں کو بٹھا لیتے۔ چنانچہ بنی قریظہ کی لڑائی کے دن آپ دراز گوش پر سوار تھے۔ جس کی مہار اور پالان پوست خرما کا (۹۷) تھا حجۃ الوداع میں جس کجاوے پر آپ سوار تھے (۹۸) جب آپ شہر میں داخل ہوئے۔ تو از روئے تواضع سر مبارک کو اس قدر جھکا لیا۔ کہ کجاوے سے آلگا (۹۹)

غزوۂ بدر میں تین تین مجاہدوں کے لئے ایک ایک اونٹ (۱۰۰) تھا۔ چنانچہ حضرت علی مرتضیٰ و ابو لبابہ انصاری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عدیل تھے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اترنے کی باری آتی۔ تو دونوں عرض کرتے۔ کہ آپ نہ اتریں۔ ہم آپ کے بدلے پیدل چلتے ہیں۔ مگر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے کہ تم مجھ سے زیادہ قوی نہیں ہو۔ اور میں تمہاری نسبت اجر و ثواب سے زیادہ بے نیاز نہیں ہوں (۱۰۱)

آپ اپنے نعل مبارک کو آپ پیوند لگا لیتے۔ اپنے کپڑے آپ سی لیتے۔ اپنی بکری کا دودھ دوہ لیتے۔ جب کوئی آپ سے ملنے آتا تو اس کا اکرام کرتے۔ یہاں تک کہ بعض وقت اپنی چادر مبارک اس کے لئے

بچھ دیتے۔ جب آپ کسی سے ملتے تو پہلے سلام کرتے۔ جب مصافحہ کرتے تو اپنا ہاتھ نہ ہٹاتے جب تک دوسرا شخص نہ ہٹاتا۔ اور اس سے اپنا روئے مبارک نہ پھیرتے یہاں تک کہ وہ پھیر لیتا۔ آپ اپنے زانو اپنے ہم نشین سے آگے بڑھا کر نہ بیٹھا کرتے" (۱۰۲)

حضرت عائشہ صدیقہ کا بیان ہے کہ ایک شخص اجازت لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اندر آیا۔ آپ نے اسے دروازے میں دیکھتے ہی فرمایا کہ قبیلے کا یہ شخص برا ہے۔ جب وہ بیٹھ گیا۔ تو آپ نے اس کے سامنے کشادہ روئی اور انبساط ظاہر کیا۔ جب وہ چلا گیا۔ تو حضرت صدیقہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! جب آپ نے اس شخص کو دروازے میں دیکھا۔ تو ایسا فرمایا۔ مگر اس کے روبرو تازہ روئی اور انبساط ظاہر کیا۔ آپ نے فرمایا۔ "اے عائشہ! تو نے مجھے فاحش کب پایا قیامت کے دن اللہ کے نزدیک منزلت کے لحاظ سے سب سے برا وہ شخص ہوگا جس سے لوگ اس کے فحش سے بچنے کے لئے کنارہ کرتے ہیں" (۱۰۳)

حضرت انس روایت کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فحش کہنے والے نہ تھے اور نہ کسی پر لعنت کرنے والے اور نہ گالی دینے والے تھے۔ جب آپ کسی پر عتاب فرماتے۔ تو یوں ارشاد فرماتے۔ "اسے کیا ہوا۔ اس کی پیشانی خاک آلود ہو" (۱۰۴)

ایک سفر میں آپ نے اصحاب سے فرمایا کہ کھانے کے لئے ایک بکری درست کر لو۔ ایک نے کہا۔ اس کا ذبح کرنا میرے ذمے ہے۔ دوسرے نے کہا۔ کھال اتارنا میرے ذمے ہے۔ ایک اور بولا۔ پکانا میرے ذمے ہے۔ آپ نے فرمایا۔ لکڑیاں چن کر لانا میرے ذمے ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا کہ یہ کام ہم خود کر لیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا میں جانتا ہوں کہ تم کر سکتے ہو۔ لیکن مجھے یہ پسند نہیں کہ میں اپنے تئیں تم سے ممتاز کروں کیونکہ خدا تعالیٰ اس بندے کو پسند نہیں کرتا۔ جو اپنے ساتھیوں سے ممتاز بنتا ہے۔ اس کے بعد آپ لکڑیاں جمع کر کے لائے۔ (۱۰۵)۔

آپ اپنے اصحاب کرام کی دلجوئی اور تعہد میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ فرماتے۔ ایک روز ایک شخص آپ کی خدمت میں آیا۔ اور اپنی حاجت عرض کی۔ وہ آپ کی ہیبت سے کانپنے لگا۔ آپ نے فرمایا گھبراؤ مت۔ میں بادشاہ نہیں ہوں۔ میں ایک عورت کا بیٹا ہوں جو خشک کیا ہوا گوشت کھایا کرتی تھی۔ (۱۰۶)

ایک دفعہ نجاشی شاہ حبشہ کا وفد آپ کی خدمت میں آیا۔ آپ بذات خود ان کی خدمت کرنے کے لئے کھڑے ہو گئے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا۔ کہ ہم آپ کی طرف سے خدمت کے لئے کافی ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ انھوں نے اپنے ملک میں ہمارے اصحاب کا اکرام کیا تھا۔ اس لئے مجھے یہی پسند ہے۔ کہ اس اکرام کا بدلہ میں خود دوں (۱۰۷)

حضرت قیس بن سعد بیان کرتے ہیں۔ کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے غریب خانہ پر

تشریف لائے۔ میرے والد نے آپ کی خاطر تواضع کی۔ کھانا تناول فرمانے کے بعد جب آپ واپس آنے لگے۔ تو میرے والد نے آپ کے لئے ایک دراز گوش تیار کیا۔ جس پر کمبل کا پالان تھا۔ آپ اس پر سوار ہو گئے۔ جب چلنے کو ہوئے۔ تو والد نے مجھ سے کہا۔ قیس! تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا۔ اس لئے میں ساتھ ہولیا۔ حضور انور نے فرمایا۔ کہ تو میرے ساتھ سوار ہو جا۔ میں نے بپاس ادب انکار کر دیا۔ مگر آپ نے فرمایا۔ "یا تو سوار ہو جا یا لوٹ جا۔" اس لئے میں واپس آگیا (۱۰۸)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم امت کی دلجوئی کے لئے کبھی کبھی خوش طبعی بھی فرمایا کرتے تھے۔ مگر وہ متضمن دروغ نہ ہوتی تھی۔ چنانچہ حضرت انس کا ایک چھوٹا اخیافی بھائی تھا۔ وہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آتا۔ تو اس کے ہاتھ میں ایک چڑیا (مولا) ہوتی۔ جس سے وہ کھیلا کرتا تھا۔ اتفاقاً وہ چڑیا مر گئی۔ اس کے بعد جب وہ آپ کی خدمت میں آتا۔ تو آپ خوش طبعی کے طور پر فرماتے یا ابا عمیر ما فعل النغیر۔ یعنی اے ابو عمیر! وہ چڑیا کہاں گئی (۱۰۹)

ایک روز ایک شخص نے آپ سے درخواست کی کہ مجھے سواری عنایت کیجئے تاکہ میں اس پر سوار ہو جاؤں۔ آپ نے فرمایا کہ میں تجھے اونٹنی کے بچے پر سوار کروں گا۔ وہ بولا۔ میں اونٹنی کے بچے کو کیا کروں۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ اونٹنیاں ہی اونٹ جنتی ہیں (۱۱۰) یعنی ہر ایک اونٹ اونٹنی کا بچہ ہوتا ہے۔ اس میں تعجب کیا ہے۔ اسی طرح ایک روز ایک عورت نے جو قرآن پڑھا کرتی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ کہ آپ دعا کریں کہ میں بہشت میں داخل ہوں آپ نے اس سے فرمایا کہ کوئی بوڑھی عورت بہشت میں داخل نہ ہوگی۔ اس نے اس کا سبب پوچھا۔ آپ نے جواب دیا۔ کیا تو قرآن نہیں پڑھتی۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا ہے:۔

إِنَّا أَنْشَأْنَاهُنَّ إِنْشَاءً فَجَعَلْنَاهُنَّ أَبْكَارًا ○ (واقعہ : ع۱)

ترجمہ:۔ ہم نے ان عورتوں کو خاص طور پر پیدا کیا اور ان کو کنواریاں بنایا۔

ایک بدوی صحابی زاہر نام جو بد شکل تھے۔ جنگل کے پھل سبزی وغیرہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بطور ہدیہ لایا کرتے تھے۔ جب وہ آپ سے رخصت ہوتے تو آپ شہری چیزیں کپڑا وغیرہ ان کو دے دیا کرتے تھے۔ آپ کو ان سے محبت تھی اور فرمایا کرتے تھے کہ زاہر ہمارا روستائی ہے اور ہم اس کے شہری ہیں۔ ایک روز آپ بازار کی طرف نکلے۔ تو دیکھا کہ زاہر اپنی متاع بیچ رہے ہیں۔ آپ نے پیچھے کی طرف سے جا کر ان کی آنکھوں پر اپنا دست مبارک رکھا اور ان کو گود میں لے لیا۔ وہ بولے۔ کون ہے؟ مجھے چھوڑ دو۔ انہوں نے مڑ کر دیکھا۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ پس اپنی پیٹھ اور بھی حضور کے سینے سے (بغرض تبرک) لپٹانے لگے حضور نے فرمایا۔ کوئی ہے جو ایسے غلام کو خریدے۔ وہ بولے یا رسول

اللہ اگر آپ بیچتے ہیں۔ تو آپ مجھے کم قیمت پائیں گے۔ حضور نے فرمایا "تو خدا کے نزدیک گراں قدر ہے۔ (۱۱۱)

حضرت محمود بن ربیع انصاری خزرجی جو صغار صحابہ میں سے تھے۔ پانچ سال کے تھے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر تشریف لے گئے جس میں ایک کنواں تھا آپ نے ایک ڈول سے پانی پیا۔ اور پانی کی کلی (بطریق مزاح) حضرت محمود کے چہرے پر ماری (۱۱۲) اس کی برکت سے ان کو وہ حافظہ حاصل ہو گیا۔ کہ اس قصے کو یاد رکھتے تھے۔ اسی وجہ سے صحابہ میں شمار ہوئے۔ اسی طرح حضرت زینب بنت ام سلمہ مخزومیہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ربیبہ تھیں۔ آپ کے پاس آئیں۔ آپ غسل خانے میں تھے آپ نے ان کے چہرے پر پانی پھینک دیا۔ اس کی برکت سے ان کے چہرے میں شباب کی رونق قائم رہی۔ یہاں تک کہ نہایت بوڑھی ہو گئیں (۱۱۳)۔

## سخاوت و ایثار

جود حقیقی یہ ہے۔ کہ بغیر غرض و عوض کے ہو۔ اور یہ صفت ہے حق سبحانہ کی۔ جس نے بغیر کسی غرض و عوض کے تمام ظاہری و باطنی نعمتیں اور تمام حسی و عقلی کمالات خلائق پر افاضہ کیئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے بعد اجود الاجودین اس کے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ حدیث صحیح میں وارد ہے کہ "آپ سے کبھی کسی چیز کا سوال نہ کیا گیا کہ اس کے مقابل آپ نے لا (نہیں) فرمایا ہو (۱۱۴)۔" یعنی آپ کسی کے سوال کو رد نہ فرماتے۔ اگر موجود ہوتا تو عطا فرماتے اور اگر پاس نہ ہوتا تو قرض لے کر دیتے۔ یا وعدہ عطا فرماتے۔ ایک دفعہ ایک سائل آپ کی خدمت شریف میں آیا۔ آپ نے فرمایا میرے پاس کوئی چیز نہیں مگر یہ کہ تو مجھ پر قرض کرے۔ جب ہمارے پاس کچھ آجائیگا ہم اسے ادا کر دیں گے۔ حضرت عمر فاروق نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! خدا نے آپ کو اس چیز کی تکلیف نہیں دی جو آپ کی قدرت میں نہیں۔ حضرت فاروق اعظم کی یہ بات حضور کو پسند نہ آئی۔ انصار میں سے ایک شخص بولا۔ یا رسول اللہ! عطا کیجئے اور عرش کے مالک سے تقلیل کا خوف نہ کیجئے۔ یہ سن کر آپ نے تبسم فرمایا اور آپ کے روئے مبارک پر تازگی و خوشحالی پائی گئی۔ فرمایا "اسی کا امر کیا گیا ہے"۔ (۱۱۵)

حضرت انس روایت کرتے ہیں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بحرین سے مال لایا گیا۔ اور یہ زیادہ سے زیادہ مال تھا جو آپ کے پاس لایا گیا۔ آپ نے فرمایا کہ اس کو مسجد میں ڈال دو۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے۔ تو اس مال کے پاس بیٹھ گئے اور تقسیم فرمانے لگے۔ آپ کے چچا حضرت عباس آپ کے پاس آئے اور عرض کرنے لگے۔ یا رسول اللہ! مجھے اس مال میں سے دیجئے۔ کیونکہ جنگ بدر کے دن میں

نے فدیہ دے کر اپنے آپ کو اور عقیل بن ابی طالب کو آزاد کرایا تھا۔ آپؐ نے فرمایا۔ لے لو حضرت عباسؓ نے دونوں ہاتھوں سے اپنے کپڑے میں ڈال لیا۔ پھر اٹھانے لگے تو نہ اٹھا سکے۔ عرض کیا۔ یا رسول اللہؐ! آپ کسی سے فرمادیں کہ اٹھا کر مجھ پر رکھ دے۔ آپؐ نے فرمایا۔ کہ میں کسی سے اٹھانے کو نہیں کہتا۔ حضرت عباس بولے۔ آپ خود اٹھا کر مجھ پر رکھ دیں۔ حضور نے فرمایا میں اسے نہیں اٹھاتا۔ پس حضرت عباس نے اس میں سے کچھ گرا دیا۔ پھر اٹھانے لگے۔ تو تب بھی نہ اٹھا سکے۔ عرض کیا یا رسول اللہؐ! آپ کسی سے فرمادیں کہ اٹھا کر مجھ پر رکھ دے آپؐ فرمایا۔ میں کسی سے اٹھانے کو نہیں کہتا۔ حضرت عباس بولے۔ آپ خود اٹھا کر مجھ پر رکھ دیں۔ حضورؐ نے فرمایا۔ میں اسے نہیں اٹھاتا۔ پس حضرت عباس نے اس میں سے بھی کچھ گرا دیا۔ پھر اسے اپنے کندھے پر اٹھالیا۔ اور روانہ ہوئے حضور اقدس ان کی طرف دیکھتے رہے یہاں تک کہ وہ غائب ہو گئے۔ اور حضور ان کی طمع پر تعجب فرماتے تھے۔ غرض حضور انور وہاں سے اٹھے۔ تو ایک درہم بھی باقی نہ تھا (۱۱۶)۔ مسند ابن ابی شیبہ میں بروایت حمید بن ہلال بطریق ارسال مروی ہے کہ وہ مال ایک لاکھ درہم تھا۔ اور اسے علاء بن الحضرمی نے بحرین کے خراج سے بھیجا تھا۔ اور یہ پہلا مال تھا۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ کے پاس لایا گیا۔

غنائم حنین کی تفصیل پہلے آچکی ہے۔ ان میں آپ کی سخاوت حد قیاس سے خارج تھی۔ آپ نے اعراب میں بہتوں کو سو سو اونٹ عطا فرمائے (۱۱۷)۔ مگر اس دن آپ کی سخاوت زیادہ تر مؤلفۃ القلوب کے لئے تھی۔ جیسا کہ پہلے مذکور ہو چکا ہے حضرت انس بیان کرتے ہیں۔ کہ ایک شخص (صفوان بن امیہ) نے اس روز بکریوں کا سوال کیا۔ جن سے دو پہاڑوں کا درمیانی جنگل پُر تھا۔ آپ نے وہ سب اس کو دے دیں۔ اس نے اپنی قوم میں جا کر کہا۔ "اے میری قوم! تم اسلام لاؤ۔ اللہ کی قسم محمد ایسی سخاوت کرتے ہیں کہ فقر سے نہیں ڈرتے (۱۱۸)۔

حضرت سعید بن مسیب روایت کرتے ہیں کہ صفوان بن امیہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حنین کے دن مجھے مال عطا فرمانے لگے حالانکہ آپ میری نظر میں مبغوض ترین خلق تھے۔ پس آپ مجھے عطا فرماتے رہے۔ یہاں تک کہ میری نظر میں محبوب ترین خلق ہو گئے (۱۱۹)۔

حضرت جبیر بن مطعم بیان کرتے ہیں۔ کہ جب میں اور دیگر لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حنین سے (بعد تقسیم غنائم) واپس آرہے تھے تو بادیہ نشینان عرب حضور سے لپٹ گئے۔ وہ حنین کی غنیمت میں سے مانگتے تھے۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ وہ آپ کو بحالت اضطرار ایک ببول کے درخت کی طرف لے گئے۔ اس درخت میں آپ کی چادر مبارک پھنس گئی۔ آپ ٹھہرے اور فرمایا۔ "مجھے میری چادر دے دو۔ اگر میرے پاس اس جنگل کے درختان ببول جتنے چوپائے ہوتے تو البتہ میں ان کو تمہارے درمیان

تقسیم کر دیتا۔ پھر تم مجھ کو بخیل نہ پاتے۔ اور نہ دروغ گو اور بزدل پاتے" (۱۲۰)۔

حضرت ابوذر کا بیان ہے کہ ایک روز میں جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔ جب آپ نے کوہ احد کو دیکھا۔ تو فرمایا۔ "اگر یہ پہاڑ میرے لئے سونا بن جائے۔ میں پسند نہ کروں گا۔ کہ اس میں سے ایک دینار بھی میرے پاس تین راتوں سے زیادہ رہ جائے۔ بجز اس دینار کے جسے میں ادائے قرض کے لئے رکھ چھوڑوں" (۱۲۱)۔

ایک روز نماز عصر کا سلام پھیرتے ہی آپ دولت خانہ میں تشریف لے گئے پھر جلد نکل آئے۔ صحابہ کرام کو تعجب ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے نماز میں خیال آگیا کہ صدقہ کا کچھ سونا گھر میں پڑا ہے مجھے پسند نہ آیا کہ رات ہوجائے اور وہ گھر میں پڑا رہے۔ اس لئے جاکر اسے تقسیم کرنے کے لئے کہہ آیا ہوں (۱۲۲)۔

حضرت سہل بن سعد بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت ایک چادر لے کر آئی۔ اس نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ یہ میں نے اپنے ہاتھ سے بُنی ہے۔ میں آپ کے پہننے کے لئے لائی ہوں۔ آپ کو ضرورت تھی۔ اس لئے آپ نے چادر لے لی۔ پھر آپ ہماری طرف نکلے۔ اور اسی چادر کو بطور تہ بند باندھے ہوئے تھے۔ صحابہ کرام میں سے ایک نے دیکھ کر عرض کیا۔ کیا اچھی چادر ہے۔ یہ مجھے پہنا دیجئے۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں۔ کچھ دیر کے بعد آپ مجلس سے اٹھ گئے۔ پھر لوٹ آئے اور وہ چادر لپیٹ کر اس صحابی کے پاس بھیج دی۔ صحابہ کرام نے اس سے کہا کہ تو نے اچھا نہ کیا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس چادر کا سوال کیا۔ حالانکہ تجھے معلوم ہے کہ آپ کسی سائل کا سوال رد نہیں فرماتے۔ اس صحابی نے کہا۔ اللہ کی قسم! میں نے صرف اس واسطے سوال کیا کہ جس دن میں مرجاؤں یہ چادر میرا کفن بنے۔ حضرت سہل فرماتے ہیں کہ وہ چادر اس کا کفن ہی بنی (۱۲۳)۔

حضرت ابو ہریرہ روایت کرتے ہیں۔ کہ ایک کافر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مہمان ہوا۔ آپ کے حکم سے اس کے لئے ایک بکری دوہی گئی۔ وہ اس کا دودھ پی گیا۔ دوسری دوہی گئی۔ وہ اس کا دودھ بھی پی گیا۔ پھر ایک اور دوہی گئی۔ وہ اس کا دودھ بھی پی گیا۔ اسی طرح اس نے سات بکریوں کا دودھ پی لیا۔ صبح جو اٹھا تو اسلام لایا پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ اس کے لئے ایک بکری دوہی جائے وہ اس کا دودھ پی گیا۔ پھر دوسری دوہی گئی۔ مگر وہ اس کا دودھ تمام نہ پی سکا۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ "مومن ایک انتڑی میں پیتا ہے اور کافر سات انتڑیوں میں پیتا ہے"۔ (۱۲۴)

حضرت بلال مؤذن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خزانچی تھے۔ ایک روز عبداللہ ہوازنی نے ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خزانہ کا حال پوچھا۔ انہوں نے بیان کیا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ے پاس کچھ نہ رہتا تھا۔ بعثت سے وفات شریف تک یہ کام میری تحویل میں تھا۔ جب کوئی ننگا بھوکا مسلمان آپ کے پاس آتا۔ آپ مجھے حکم دیتے۔ میں کسی سے قرض لیتا۔ اور چادر خرید کر اسے اڑھاتا اور کھانا کھلاتا۔ ایک روز ایک مشرک مجھ سے ملا۔ کہنے لگا۔ بلال میرے ہاں گنجائش ہے۔ میرے سوا کسی اور سے قرض نہ لیا کرو۔ میں نے ایسا ہی کیا۔ ایک روز میں وضو کر کے اذان دینے لگا۔ تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ مشرک تاجروں کی ایک جماعت کے ساتھ آرہا ہے۔ اس نے مجھے دیکھ کر کہا۔ او حبشی! میں نے کہا۔ لبیک۔ پھر اس نے ترش رو ہو کر میری نسبت سخت الفاظ کہے۔ اور بولا۔ "کچھ معلوم ہے۔ وعدے میں کتنے دن باقی ہیں"۔ میں نے کہا۔ وقت وعدہ قریب آگیا۔ اس نے کہا۔ کہ صرف چار دن باقی ہیں۔ اگر اس مدت میں تو نے قرضہ ادا نہ کیا۔ تو تجھے غلام بنا کر بکریاں چرواؤں گا۔ جیسا کہ تو پہلے چرایا کرتا تھا۔ یہ سن کر مجھے فکر و غم دامن گیر ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز عشاء پڑھ کر دولت خانہ میں تشریف لے گئے۔ میں وہیں حاضر خدمت ہوا اور عرض کیا۔ یارسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر فدا۔ وہ مشرک جس سے میں قرضہ لیا کرتا تھا۔ اس نے مجھ سے ایسا ایسا کہا ہے۔ آپ کے پاس ادائے قرض کے لئے کچھ موجود نہیں اور نہ میرے پاس ہے۔ وہ مجھ کو فضیحت کرے گا آپ اجازت دیں۔ تو میں بھاگ کر مسلمانوں کے کسی قبیلہ میں جا رہوں۔ جب ادائے قرض کے لئے خدا کچھ سامان کر دے گا۔ تو واپس آجاؤں گا۔ غرض میں اپنے گھر آگیا۔ اور تلوار، تھیلا، جوتا اور ڈھال اپنے سرہانے رکھ لئے۔ صبح کاذب ہوتے ہی میں چلنے لگا۔ تو کیا دیکھتا ہوں۔ کہ ایک شخص دوڑتا آرہا ہے اور کہتا ہے۔ بلال! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تجھے یاد فرمارہے ہیں۔ وہاں پہنچا تو دیکھتا ہوں کہ چار لدے ہوئے اونٹ بٹھائے ہوئے ہیں۔ میں اجازت لے کر حاضر خدمت ہوا۔ آپ نے فرمایا مبارک ہو۔ اللہ تعالیٰ نے ادائے قرض کا سامان کر دیا۔ تم نے چار اونٹ بیٹھے دیکھے ہوں گے۔ میں نے عرض کیا کہ ہاں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ اونٹ حاکم فدک نے بھیجے ہیں۔ یہ اور غلہ اور کپڑے جو ان پر ہیں۔ سب تمہاری تحویل میں ہیں۔ ان کو بیچ کر قرضہ ادا کر دو۔ میں نے تعمیل ارشاد کی۔ پھر میں مسجد میں آیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سلام عرض کیا۔ آپ نے ادائے قرضہ کا حال پوچھا۔ میں نے عرض کیا کہ قرضہ سب ادا ہو گیا۔ کچھ باقی نہیں رہا۔ آپ نے پوچھا کہ کچھ بچ تو نہیں رہا۔ میں نے عرض کیا کہ ہاں۔ کچھ بچ بھی رہا۔ فرمایا "مجھے اس سے سبکدوش کرو۔ جب تک یہ ٹھکانے نہ لگے گا میں گھر نہ جاؤں گا"۔ آپ نماز عشاء سے فارغ ہوئے تو مجھے بلا کر اس بقیہ کا حال پوچھا میں نے عرض کیا کہ وہ میرے پاس ہے کوئی سائل نہیں ملا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو مسجد ہی میں رہے۔ دوسرے روز نماز عشاء کے بعد مجھے پھر بلایا۔ میں نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! خدا نے آپ کو سبکدوش کر دیا۔ یہ سن کر آپ نے تکبیر کہی اور خدا کا شکر کیا۔ کیونکہ آپ کو ڈر تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ موت آجائے اور وہ مال میرے پاس ہو۔

پھر آپ دولت خانہ میں تشریف لے گئے۔

بعض وقت ایسا ہوتا۔ کہ آپ کسی شخص سے ایک چیز خریدتے۔ قیمت چکا دینے کے بعد وہ اسی کو یا کسی دوسرے کو عطا فرماتے۔ چنانچہ آپ نے حضرت جابر بن عبداللہ سے ایک اونٹ خریدا۔ پھر وہی اونٹ ان کو بطور عطیہ عنایت فرمایا۔ اسی طرح ایک روز آپ نے حضرت عمر فاروق سے ایک شتر بچہ خریدا پھر حضرت عبداللہ بن عمر کو عطا فرمایا۔ (۱۲۵)

غرض جو کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتا۔ سب راہ خدا میں دے دیتے۔ پاس نہ ہوتا۔ تو قرضہ لے کر سائل کی حاجت روائی فرماتے۔ اپنی ذات شریف کے لئے دوسرے دن کا نفقہ بھی جمع نہ کرتے (۱۲۶)۔ البتہ بعض وقت اپنے حرم کے لئے ایک سال کا نفقہ ذخیرہ کر لیتے۔ جب آپ کسی محتاج کو دیکھتے۔ تو باوجود احتیاج کے اپنا کھانا اسے دے دیتے۔ آپ کے دولت خانہ میں بعض دفعہ دو دو مہینے آگ نہ جلتی تھی۔ ایک دفعہ غنیمت میں کنیزیں آئی ہوئی تھیں۔ حضرت علی نے حضرت فاطمہ سے کہا۔ کہ تم اس موقع پر اپنے والد بزرگوار سے خدمت کے لئے ایک کنیز مانگ لو۔ جب وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ تو آپ نے پوچھا کہ کس لئے آئی ہو؟ عرض کیا۔ کہ سلام کرنے آئی ہوں۔ اور بپاس حیا اظہار مطلب نہ کیا۔ اور واپس آ کر حضرت علی سے یہی عذر بیان کر دیا۔ پھر دونوں حاضر خدمت اقدس ہوئے۔ حضرت علی نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! آب کشی کرتے کرتے میرے سینے پر نیل پڑ گئے ہیں۔ حضرت فاطمہ نے عرض کیا۔ کہ چکی پیستے پیستے میری ہتھیلیوں پر آبلے پڑ گئے ہیں۔ آپ خدمت کے لئے ایک کنیز عنایت فرمائیے۔ آپ نے فرمایا۔ "اللہ کی قسم! یہ نہیں ہونے کا کہ میں تم کو خادمہ دوں اور اہل صفہ بھوکے مریں۔ ان کے خرچ کے لئے میرے پاس کچھ نہیں۔ میں ان اسیران جنگ کو بیچ کر ان کی قیمت اہل صفہ پر خرچ کروں گا"۔ رات ہوئی تو آپ حضرت علی و فاطمہ کے گھر تشریف لے گئے۔ دونوں ایسی پرزہ دار چادر میں تھے کہ اگر اس سے سر ڈھانپتے۔ تو پاؤں ننگے ہو جاتے۔ اور پاؤں ڈھانپتے تو سر ننگے رہتے۔ آپ کو دیکھ کر دونوں اٹھنے لگے۔ آپ نے فرمایا۔ اپنی جگہ پر رہو۔ پھر ارشاد فرمایا۔ کہ میں تمہیں کنیز سے بہتر چیز بتاتا ہوں۔ اور وہ وہ کلمات ہیں جو حضرت جبرئیل نے مجھے سکھائے ہیں۔ یعنی ہر نماز کے بعد سبحان اللہ دس بار۔ الحمد للہ دس بار اور اللہ اکبر دس بار۔ اور سونے کے وقت سبحان اللہ ۳۳ بار، الحمد للہ ۳۳ بار اور اللہ اکبر۔ ۳۴ بار پڑھ لیا کرو (۱۲۷)۔

## شجاعت و قوت عزم و استقلال

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان اوصاف میں بھی سب پر فائق تھے۔ ایک رات مدینہ منورہ کے لوگ ڈر

گئے اور شور وغل برپا ہوا۔ گویا کوئی چور یا دشمن آتا ہے۔ آپ نے حضرت ابو طلحہ کا گھوڑا لیا۔ جو ست رفتار اور سرکش تھا۔ آپ اس کی پیٹھ پر بغیر زین کے سوار ہو گئے۔ اور تلوار آڑے لٹکائے ہوئے جنگل کی طرف اکیلے ہی تشریف لے گئے۔ جب لوگ اس آواز کی طرف گئے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو راستے میں واپس آتے ہوئے ملے۔ آپ نے ان کو تسلی دی۔ کہ ڈرو مت ڈرو مت۔ اور گھوڑے کی نسبت فرمایا۔ کہ ہم نے اسے دریا کی مانند تیز رفتار پایا (۱۲۸)۔

غزوات میں جہاں بڑے بڑے دلاور و بہادر بھاگ جایا کرتے تھے۔ آپ ثابت قدم رہا کرتے تھے۔ چنانچہ جنگ احد میں جب مسلمانوں کو ہزیمت ہوئی۔ تو یہ کوہ استقامت اپنی جگہ قائم رہے۔ اور دشمنوں پر تیر پھینکتے رہے۔ جب کمان پارہ پارہ ہو گئی۔ تو سنگ اندازی شروع کی۔ جنگ حنین میں صرف چند جانباز آپ کے ساتھ رہ گئے تھے۔ باقی سب بھاگ گئے تھے۔ اس نازک حالت میں آپ نے اسی پر اکتفاء نہ کیا کہ اپنی جگہ پر قائم رہ کر مدافعت فرمائیں۔ بلکہ اپنے خچر کو بار بار ایڑی لگا کر دشمن کی طرف بڑھانا چاہتے تھے مگر وہ جانباز مانع آ رہے تھے۔

جب گھمسان کا معرکہ ہوا کرتا تھا۔ تو صحابہ کرام حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آڑ میں پناہ لیا کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت براء بن عازب کا قول ہے۔ "اللہ کی قسم! جب لڑائی شدت سے ہوا کرتی تھی تو ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پناہ ڈھونڈا کرتے تھے۔ اور ہم میں سے بہادر وہ ہوتا تھا۔ جو آپ کے ساتھ دشمن کے مقابل کھڑا ہوتا تھا (۱۲۹)۔

اعلان دعوت پر قریش نے آپ کی سخت مخالفت کی۔ جب ابو طالب نے بھی آپ کا ساتھ چھوڑنے کا ارادہ کیا۔ تو آپ نے یوں فرمایا۔ "چچا جان! اللہ کی قسم اگر وہ سورج کو میرے دائیں ہاتھ میں اور چاند کو بائیں ہاتھ میں رکھ دیں تاکہ میں اس کام کو چھوڑ دوں۔ تب بھی اس کام کو نہ چھوڑوں گا۔ یہاں تک کہ خدا اسے غالب کر دے یا میں خود اس میں ہلاک ہو جاؤں۔"

ہجرت سے پہلے قریش نے مسلمانوں کو اس قدر ستایا کہ ان کا پیمانہ صبر لبریز ہو گیا تنگ آ کر انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ ان پر بددعا فرمائیں۔ یہ سن کر آپ کا چہرہ مبارک سرخ ہو گیا اور فرمایا۔ "تم سے پہلے جو لوگ گزرے ہیں ان پر لوہے کی کنگھیاں چلائی جاتیں۔ جس سے گوشت پوست سب علیحدہ ہو جاتا۔ اور ان کے سروں پر آرے رکھے جاتے اور چیر کر دو ٹکڑے کر دیئے جاتے۔ مگر یہ اذیتیں ان کو دین سے برگشتہ نہ کر سکتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ دین اسلام کو کمال تک پہنچائے گا یہاں تک کہ ایک سوار صنعاء سے حضر موت تک سفر کرے گا اور اسے خدا کے سوا کسی کا ڈر نہ ہو گا۔" (صحیح بخاری)۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت بدنی بھی سب سے زیادہ تھی۔ غزوۂ احزاب میں جب صحابہ کرام خندق کھود رہے تھے۔ تو ایک جگہ ایسی سخت زمین ظاہر ہوئی کہ سب عاجز آ گئے۔ آپ سے عرض کیا گیا تو آپ بذات شریف خندق میں اترے۔ اور ایک کدال ایسا مارا کہ وہ سخت زمین ریگ رواں کا ڈھیر بن گئی (۱۳۰)۔

رکانہ بن عبد یزید بن ہاشم قرشی مطلبی قریش میں سب سے طاقتور تھا۔ وہ ایک روز مکہ کے راستے میں حضور علیہ الصلوٰۃ سے ملا۔ آپ نے اس سے فرمایا۔ "رکانہ! کیا تو خدا سے نہیں ڈرتا۔ اور میری دعوت اسلام کو قبول نہیں کرتا؟" اس نے کہا۔ کہ اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ جو کچھ آپ فرماتے ہیں وہ سچ ہے۔ تو میں آپ پر ایمان لے آؤں۔ آپ نے فرمایا۔ "اگر میں تجھے کشتی میں پچھاڑ دوں تو کیا تو مان جائے گا کہ میں جو کچھ کہتا ہوں سچ ہے؟" وہ بولا کہ ہاں۔ آپ نے اسے پکڑتے ہی چاروں شانے چت گرا دیا۔ کہنے لگا۔ "محمد! آپ مجھ سے دوبارہ کشتی لڑیں"۔ آپ نے دوسری دفعہ بھی اسے پچھاڑ دیا۔ اس پر اس نے کہا۔ "محمد! خدا کی قسم آپ کا مجھے پچھاڑنا عجیب ہے"۔ آپ نے فرمایا۔ "اگر تو خدا سے ڈرے اور مجھ پر ایمان لائے۔ تو میں اس سے بھی عجیب امر تجھ کو دکھاتا ہوں۔ اس نے پوچھا کہ وہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ یہ درخت جو تو دیکھتا ہے۔ میں اسے بلاتا ہوں۔ اور وہ میرے پاس چلا آئے گا۔ اس نے کہا کہ آپ اسے بلایئے۔ چنانچہ وہ درخت آپ کے بلانے پر پاس آ کھڑا ہوا رکانہ نے کہا۔ کہ اسے حکم دیجئے کہ اپنی جگہ پر چلا جائے۔ آپ کے حکم سے وہ اپنی جگہ پر چلا گیا۔ رکانہ نے اپنی قوم میں جا کر کہا کہ میں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے بڑھ کر کسی کو جادوگر نہیں دیکھا۔ پھر بیان کیا جو کچھ دیکھا تھا (۱۳۱)۔ رکانہ مذکور فتح مکہ میں ایمان لائے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

آپ نے ابو الاسود جمحی کو بھی پچھاڑا تھا۔ جو ایسا طاقتور تھا کہ گائے کی کھال پر کھڑا ہو جاتا۔ دس جوان اس کھال کو اس کے پاؤں کے نیچے سے نکال لینے کی کوشش کرتے۔ وہ چمڑا پھٹ جاتا۔ مگر اس کے پاؤں کے نیچے سے نہ نکل سکتا تھا۔ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا "اگر آپ مجھے کشتی میں پچھاڑ دیں تو میں آپ پر ایمان لے آؤں گا"۔ آپ نے اسے پچھاڑ دیا۔ مگر وہ بدبخت ایمان نہ لایا (۱۳۲)۔

## زہد

یہ وصف بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک میں کمال درجے کا تھا۔ حضرت ابو ہریرہ ایک قوم کے پاس سے گزرے۔ جن کے آگے بکری کا بھنا ہوا گوشت رکھا ہوا تھا۔ انہوں نے آپ کو شریک طعام ہونے کے لئے بلایا مگر آپ نے یہ فرما کر انکار کر دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا سے تشریف

لے گئے اور جو کی روٹی پیٹ بھر کر نہ کھائی (۱۳۳)۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کبھی لگاتار دو روز جو کی روٹی سے سیر نہ ہوئے یہاں تک کہ آپ اس دنیا سے رحلت فرما گئے (۱۳۴)۔ حضرت انس کا بیان ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی خوان پر کھانا نہ کھایا۔ اور نہ باریک روٹی تناول فرمائی (۱۳۵)۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دولت خانہ میں بعض دفعہ دو دو مہینے آگ روشن نہ ہوا کرتی تھی۔ اور صرف پانی اور چھواروں پر گزارہ ہوتا تھا (۱۳۶)۔ بعض وقت آپ بھوک کی شدت سے پیٹ پر پتھر باندھ لیا کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت ابو طلحہ انصاری بیان فرماتے ہیں۔ کہ ایک روز ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھوک کی شکایت کی اور ہم میں سے ہر ایک نے اپنے اپنے پیٹ پر ایک ایک پتھر بندھا دکھایا۔ پس آپ نے اپنے پیٹ مبارک پر دو پتھر بندھے دکھائے (۱۳۷)۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا۔ تو میرے گھر کے طاق میں سوائے آدھے پیمانہ جو کے کچھ کھانے کو نہ تھا (۱۳۹)۔ اور آپ کی زرہ ایک یہودی کے ہاں تیس صاع جو کے عوض گرو تھی جو آپ نے اپنے اہل و عیال کے نفقہ کے لئے لئے تھے (۱۴۰)

ایلاء کے زمانہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک مشربہ (بالاخانہ) میں تشریف رکھتے تھے۔ جہاں کھانے پینے کا اسباب رکھا جاتا تھا۔ حضرت عمر فاروق کو جب ایلاء کی خبر ملی۔ تو گھبرائے ہوئے اس مشربہ میں حاضر خدمت اقدس ہوئے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک کھری چارپائی پر لیٹے ہوئے ہیں۔ جو برگ خرما سے بنی ہوئی ہے اور جس پر کوئی توشک وغیرہ نہیں۔ بوریائے خرما کے نشان آپ کے پہلوئے مبارک پر پڑے ہوئے ہیں۔ اور بدن مبارک پر ایک تہ بند کے سوا کچھ نہیں۔ سرہانے ایک تکیہ ہے۔ جس میں خرما کی چھال بھری ہوئی ہے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خزانہ کو دیکھا۔ ایک کونے میں مٹھی بھر جو رکھے ہوئے تھے۔ پاؤں مبارک کے قریب درخت سلم کے کچھ پتے (جو دباغت میں کام آتے ہیں) پڑے ہوئے تھے۔ اور سر مبارک کے پاس ایک کھونٹی پر تین کھالیں لٹک رہی تھیں۔ یہ دیکھ کر میری آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ آپ نے۔ پوچھا۔ ابن خطاب! کیوں روتے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ کیوں نہ روؤں۔ بوریائے خرما کے نشان آپ کے پہلوئے مبارک پر پڑے ہوئے ہیں۔ یہ آپ کا خزانہ ہے۔ اس میں جو کچھ ہے وہ نظر آ رہا ہے۔ قیصر و کسریٰ تو باغ و بہار کے مزے لوٹیں اور خدا کے رسول و برگزیدہ کے خزانہ کا یہ حال ہو۔ آپ نے فرمایا۔ ابن خطاب! کیا تم یہ پسند نہیں کرتے کہ آخرت ہمارے واسطے اور دنیا ان کے لئے ہو (۱۴۱)۔

حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں۔ کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بوریائے خرما پر سوئے ہوئے تھے۔ اٹھے تو اس کے نشان آپ کے پہلوئے مبارک پر پڑے ہوئے تھے۔ ہم نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! ہم آپ کے لئے گدا بنوا دیتے ہیں آپ نے فرمایا "مجھے دنیا سے کیا غرض۔ دنیا میں میرا حال اس سوار کی مانند ہے جو ایک درخت کے سایہ میں بیٹھ جاتا ہے۔ پھر اس کو چھوڑ کر آگے بڑھتا ہے (۱۴۲)۔"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اہل و عیال کے لئے بھی زہد کی زندگی پسند فرماتے تھے۔ چنانچہ آپؐ کے ازواج مطہرات کے حجرے کھجور کی شاخوں سے بنے ہوئے تھے۔ جن کی چھت کہگل کی ہوتی تھی۔ اور وہ قد آدم سے کچھ ہی اونچے تھے۔ جیسا کہ پہلے مذکور ہو چکا ہے۔ پہننے کے لئے ان میں سے ہر ایک کے پاس صرف ایک ایک جوڑا کپڑا تھا (۱۴۳)۔

حضرت ثوبان کا بیان ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر کا قصد فرماتے. تو اپنے اہل میں سے سب سے اخیر حضرت فاطمہ زہرا سے مل کر جاتے۔ اور واپس آکر سب سے پہلے حضرت فاطمہ زہرا سے ملتے۔ ایک دفعہ آپؐ کسی غزوہ سے تشریف لائے۔ حضرت فاطمہ نے اپنے دروازہ پر پردہ لٹکایا ہوا تھا۔ اور امام حسن اور حسین کو چاندی کے کنگن پہنائے ہوئے تھے۔ آپؐ حسب معمول حضرت فاطمہؓ کے یہاں آئے۔ تو اندر داخل نہ ہوئے اور تشریف لے گئے حضرت فاطمہ زہرا نے خیال کیا۔ کہ زینت و زیور نے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اندر آنے سے روکا ہے۔ اس لئے پردے کو پھاڑ ڈالا۔ اور بچوں کے ہاتھوں سے کنگن نکال دیئے۔ حضرت حسنین روتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے۔ حضور نے کنگن ان سے لے لئے اور فرمایا۔ "ثوبان! یہ زیور فلاں شخص کی آل کے ہاں لے جا۔ کیونکہ یہ میرے اہل بیت ہیں۔ میں پسند نہیں کرتا کہ یہ اپنی دنیوی زندگی میں لذائذ سے حظ اٹھائیں۔ ثوبان! فاطمہ کے لئے ایک عصب (۱۴۴) کا ہار اور عاج (ہاتھی دانت) کے دو کنگن خرید لاؤ (۱۴۵)

ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی صاحب زادی حضرت بی بی فاطمہ کے گھر تشریف لے گئے مگر اندر داخل نہ ہوئے۔ حضرت علی آئے تو حضرت فاطمہ نے ان سے ذکر کر دیا۔ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ فاطمہ کے دروازے پر مخطط پردہ لٹک رہا تھا۔ پھر فرمایا کہ مجھے دنیا سے کیا غرض جب حضرت علیؑ نے حضرت فاطمہ سے بیان کیا۔ تو وہ بولیں۔ کہ حضور انور اس بارے میں جو چاہیں ارشاد فرمائیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ اسے فلاں حاجتمند اہل بیت کو دے دیں۔ اسی طرح حضرت علی فرماتے ہیں کہ مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حلہ سیراء (مخطط یا ریشمی) بطور ہدیہ عطا فرمایا۔ میں نے اسے پہن لیا۔ یہ دیکھ کر حضور انور کے چہرۂ مبارک پر غضب کے آثار نمودار ہوئے۔ میں

نے اسے پھاڑ کر اپنی عورتوں میں تقسیم کر دیا۔ (۱۴۶)

ایک دفعہ ایک شخص نے حضرت علی بن ابی طالب کی دعوت کی۔ اور کھانا تیار ہوا تو حضرت فاطمہ زہراء نے کہا۔ کیا خوب ہو اگر ہم رسول اللہ صلی علیہ وسلم کو بھی شریک طعام کر لیں۔ چنانچہ ہم نے آپؐ کو بلایا۔ آپؐ تشریف لائے۔ آپؐ نے دروازے کے بازوؤں پر اپنا ہاتھ مبارک رکھا۔ اور گھر کے ایک طرف پردہ لٹکتا دیکھ کر واپس تشریف لے گئے۔ حضرت فاطمہ نے حضرت علی سے کہا جائیے اور دیکھئے کہ آپؐ کس واسطے واپس ہو گئے۔ حضرت علی نے آپؐ سے واپسی کا سبب دریافت کیا۔ تو فرمایا کہ یہ پیغمبر کی شان کے خلاف ہے کہ زیب و زینت والے گھر میں داخل ہو۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی غزوہ میں تشریف لے گئے تھے۔ میں آپؐ کی واپسی کا انتظار کیا کرتی تھی۔ ہمارے ہاں ایک رنگین فرش تھا۔ میں نے اسے چھت کے ایک شہتیر پر لپیٹ دیا۔ جب آپ تشریف لائے۔ تو میں نے آگے بڑھ کر عرض کیا "السلام علیک یا رسول اللہ و رحمتہ اللہ و برکاتہ۔ سب ستائش خدا کے لئے ہے۔ جس نے آپؐ کو شرف و بزرگی بخشی"۔ آپؐ نے گھر میں بساط رنگین دیکھ کر میرے سلام کا جواب نہ دیا۔ میں نے آپؐ کے چہرۂ مبارک پر کراہت کے آثار دیکھے۔ آپؐ نے اس فرش کو پھاڑ ڈالا اور فرمایا کہ خدا نے جو کچھ ہمیں دیا ہے۔ اس کے بارے میں ہمیں یہ حکم نہیں دیا کہ اینٹ پتھر کو پہنا دیں۔ بس میں نے اس کے دو تکیے بنا لئے۔ جن میں کھجور کی چھال بھر دی۔ آپؐ نے اس پر اعتراض نہ فرمایا (۱۴۷)۔

حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں۔ کہ ہمارے ہاں ایک پردہ تھا۔ جس میں پرندوں کی تصویریں تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے عائشہ! اس کو بدل ڈالو۔ کیونکہ جب میں اسے دیکھتا ہوں۔ تو دنیا یاد آتی ہے (۱۴۸)۔

واضح رہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ زہد اختیاری تھا۔ خدا تعالیٰ نے تو زمین (۱۴۹) کے خزانوں کی کنجیاں آپؐ پر پیش کیں۔ مگر آپؐ کی ہمت عالی نے عبودیت و زہد کو پسند فرمایا۔ آپؐ فرماتے ہیں۔ کہ میرے پروردگار نے مجھ سے فرمایا "اگر تو چاہے تو تیرے واسطے وادیٔ مکہ کو سونا بنا دوں"۔ مگر میں نے عرض کیا۔ "اے میرے پروردگار میں یہ نہیں چاہتا۔ بلکہ یوں چاہتا ہوں کہ ایک دن سیر ہو کر کھاؤں اور دوسرے روز بھوکا رہوں۔ جب بھوکا رہوں۔ تو تیرے آگے زاری و عاجزی کروں۔ اور جب سیر ہو جاؤں تو تیری حمد اور تیرا شکر کروں" (۱۵۰)۔

اس میں شک نہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو فتوحات بکثرت ہوئیں۔ مگر جو کچھ آتا راہ خدا میں اٹھا دیتے۔ اور خود زہد کی زندگی بسر کرتے۔ یہاں تک کہ جب آپؐ کا وصال شریف ہوا۔ تو بدن مبارک پر

صرف ایک کملی اور تہبند تھا۔ کملی میں پیوند پر پیوند لگے ہوئے تھے۔ اور نمدہ کی طرح ہو گئی تھی۔ تہبند کا کپڑا بھی پیوندوں کی کثرت سے موٹا ہو گیا تھا (۱۵۱)۔ اور آپ کی زرہ ذات الفضول نام ابو الشحم یہودی کے پاس بیس صاع جو میں گرو تھی۔ جو آپ نے اپنے اہل کے لئے ایک دینار کو لئے تھے۔ (ترمذی)

## خوف و عبادت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معرفت الٰہی اور علم سب سے زیادہ تھا۔ اس لئے آپ سب سے زیادہ خدا ترس اور عبادت کرنے والے تھے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں "قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ اگر تمہیں معلوم ہوتا جو مجھے معلوم ہے۔ تو تم البتہ زیادہ روتے اور تھوڑا ہنستے (۱۵۲)۔

آپ کی عبادت کا یہ حال تھا کہ کثرت قیام شب کے سبب سے آپ کے پاؤں مبارک پر ورم آ گیا تھا۔ صحابہ کرام نے عرض کیا۔ کہ آپ یہ تکلیف و محنت کیوں اٹھاتے ہیں۔ حالانکہ خدا تعالیٰ نے آپ کے سب اگلے پچھلے گناہ بخش دیئے ہیں۔ آپ نے جواب میں فرمایا۔ "کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں" (۱۵۳)۔ یعنی کیا میں اس بات کا شکر نہ کروں کہ میں بخشا گیا۔

حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں۔ کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام رات نماز میں کھڑے رہے۔ اور قرآن کی ایک ہی آیت بار بار پڑھتے رہے (۱۵۴)۔

حضرت حذیفہ بن الیمان کا بیان ہے۔ کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رات کے ایک حصے میں نماز پڑھتے دیکھا۔ آپ یوں پڑھتے تھے۔ اللہ اکبر (تین بار) ذو الملکوت والجبروت والکبریاء والعظمۃ۔ پھر دعائے استفتاح پڑھتے تھے بعد ازاں آپ نے (سورۂ فاتحہ کے بعد) سورۂ بقرہ پڑھ کر رکوع کیا۔ آپ کا رکوع (طوالت میں) مانند قیام کے تھا۔ اور اس میں سبحان ربی العظیم پڑھتے تھے۔ پھر آپ نے رکوع سے سر اٹھایا۔ آپ کا قومہ مانند رکوع کے تھا۔ اور آپ اس میں لربی الحمد پڑھتے تھے۔ پھر آپ نے سجدہ کیا۔ آپ کا سجدہ مانند قومہ کے تھا۔ آپ سجدہ میں سبحان ربی الاعلیٰ پڑھتے تھے۔ پھر آپ نے سجدہ سے سر اٹھایا آپ دو سجدوں کے درمیان مانند سجدہ کے بیٹھتے تھے۔ اور رب اغفرلی رب اغفرلی۔ پڑھتے تھے۔ اس طرح آپ نے چار رکعتیں پڑھیں۔ اور ان میں سورۂ بقرہ و آل عمران و نساء اور مائدہ یا انعام ختم کیں (۱۵۵)۔

آپ کو خوف الٰہی کمال درجہ کا تھا۔ حضرت عبداللہ بن الشخیر روایت کرتے ہیں کہ ایک روز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ آپ نماز پڑھ رہے ہیں۔ اور رونے

کے سبب سے آپ کے شکم مبارک سے تانبے کی دیگ (کے جوش) کی مانند آواز آرہی ہے (۱۵۶)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کے تفصیلی حالات کتب احادیث میں موجود ہیں۔ یہاں بوجہ اختصار ان کے ایراد کی گنجائش نہیں۔ مگر اتنا بتادینا ضروری ہے کہ آپ کا طرز عمل افراط و تفریط سے خالی ہوا کرتا تھا۔ نہ تمام رات نماز پڑھتے اور نہ تمام رات سوتے۔ بلکہ رات کو نماز بھی پڑھتے اور سو بھی لیتے۔ اسی طرح روزوں کا حال تھا۔ ماہ رمضان مبارک کی طرح تمام ماہ شعبان کے روزے رکھتے باقی دس مہینوں میں سے ہر ایک میں آپ ہمیشہ روزہ نہ رکھتے کہ افراط لازم آئے اور نہ ہمیشہ افطار فرماتے کہ تفریط لازم آئے۔ بلکہ ہر مہینہ میں کبھی روزہ رکھتے اور کبھی افطار فرماتے (۱۵۷)۔

## عدل و انصاف

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ عادل و امین تھے۔ طفولیت میں جب مائی حلیمہ نے آپ کو پہلے پہل گود میں لیا۔ تو آپ نے صرف داہنی چھاتی سے دودھ پیا۔ اور دوسری ان کے شیر خوار بچے کے لئے چھوڑ دی (۱۵۸)۔

جب آپ غنائم حنین تقسیم فرمارہے تھے۔ تو ذوالخویصرہ راس الخوارج نے کہا یارسول اللہ! عدل کیجئے۔ آپ نے فرمایا۔ "تجھ پر افسوس۔ میں اگر عدل نہ کروں تو اور کون کرے گا۔ اگر میں عادل نہیں تو تو ناامید و زیاں کار ہے"۔ حضرت عمر فاروق نے عرض کیا کہ مجھے اجازت دیجئے کہ میں اس کی گردن اڑا دوں۔ آپ نے فرمایا۔ "اسے جانے دو۔ کیونکہ اس کے اصحاب ایسے ہیں۔ کہ ان کی نمازوں کے مقابلے میں تم اپنی نمازوں کو اور ان کے روزوں کے مقابلہ میں اپنے روزوں کو حقیر سمجھو گے۔ وہ دین سے یوں نکل جاتے ہیں۔ جیسا تیر شکار میں سے نکل جاتا ہے (۱۵۹)۔

ایک دفعہ آپ نے ایک شخص سے کچھ کھجوریں ادھار لیں۔ جب اس نے تقاضا کیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ "آج ہمارے پاس کچھ نہیں ہے۔ مہلت دیجئے کہ کچھ آجائے تو ادا کردوں"۔ یہ سن کر وہ بولا۔ "آہ بے وفائی"۔ اس پر حضرت عمر کو غصہ آگیا۔ آپ نے فرمایا۔ "عمر! جانے دو۔ صاحب حق ایسا ویسا کہا کرتا ہے"۔ پھر آپ نے حضرت خو[illegible] [illegible] [illegible] سے کھجوریں منگوا کر اس کے حوالہ کیں (۱۶۰)۔

حضرت ابو حدرد اسلمی کا بیان ہے کہ مجھ پر ایک یہودی کا چار درہم قرض تھا۔ یہ وہ زمانہ تھا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ خیبر کا ارادہ فرمارہے تھے۔ اس نے مجھ سے تقاضا کیا۔ میں نے مہلت مانگی۔ تو وہ نہ مانا اور مجھے پکڑ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گیا۔ آپ نے مجھ سے دو دفعہ فرمایا کہ

اس کا حق ادا کر دو میں نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! آپ مہم خیبر کا ارادہ فرما رہے ہیں۔ شاید ہمیں وہاں سے کچھ غنیمت ہاتھ لگے۔ آپ نے پھر فرمایا۔ کہ اس کا حق ادا کر دو۔ یہ قاعدہ تھا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی بات کے لئے تین بار فرما دیتے۔ تو پھر کوئی عذر نہ کیا جاتا۔ میرے پاس بدن پر ایک تہ بند اور سر پر عمامہ تھا۔ میں نے اس یہودی سے کہا۔ کہ اس تہ بند کو مجھ سے خرید لو۔ چنانچہ اس نے چار درہم میں خرید لیا۔ میں نے عمامہ سر سے اتار کر کمر سے لپیٹ لیا۔ ایک عورت میرے پاس سے گزری۔ اس نے اپنی چادر مجھے اوڑھا دی (۱۶۱)

سرق ایک صحابی تھے ان سے اس نام کی وجہ تسمیہ دریافت کی گئی۔ تو کہنے لگے کہ ایک بدوی دو اونٹ لے کر آیا۔ میں نے خرید لئے۔ پھر میں (قیمت لانے کے بہانہ سے) اپنے گھر میں داخل ہوا اور عقب خانہ سے نکل گیا۔ اور ان اونٹوں کو بیچ کر اپنی حاجت پوری کی۔ میں نے خیال کیا کہ بدوی چلا گیا ہو گا۔ میں واپس آیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ کھڑا ہے۔ وہ مجھے پکڑ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گیا۔ اور واقعہ عرض کیا۔ آپ نے مجھ سے پوچھا کہ تم نے ایسا کیوں کیا؟ میں نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! میں نے اونٹوں کو بیچ کر اپنی حاجت روائی کی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ بدوی کو قیمت ادا کر دو۔ میں نے عرض کیا کہ میرے پاس کچھ نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا کہ تو سرق ہے۔ پھر بدوی سے فرمایا کہ تم اس کو بیچ کر اپنی قیمت وصول کر لو۔ چنانچہ لوگ اس سے میری قیمت پوچھنے لگے۔ وہ ان سے کہتا تھا کہ تم کیا چاہتے ہو؟ وہ کہتے تھے کہ ہم خرید کر اس کو آزاد کرنا چاہتے ہیں۔ یہ سن کر بدوی نے کہا کہ میں تمہاری نسبت ثواب کا زیادہ مستحق و خواہاں ہوں۔ اور مجھ سے کہا کہ جاؤ۔ میں نے تم کو آزاد کر دیا (۱۶۲)۔

ایک دفعہ خاندان مخزوم کی ایک عورت نے چوری کی۔ قریش نے چاہا کہ وہ حد سے بچ جائے۔ انہوں نے حضرت اسامہ بن زید سے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب خاص تھے درخواست کی کہ آپ سفارش کیجئے۔ چنانچہ حضرت اسامہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سفارش کی۔ آپ نے فرمایا۔ "تم حد میں سفارش کرتے ہو؟ تم سے پہلے لوگ (بنی اسرائیل) اسی سبب سے تباہ ہوئے کہ وہ غریبوں پر حد جاری کرتے اور امیروں کو چھوڑ دیتے۔ خدا کی قسم! اگر فاطمہ بنت محمدؐ بھی ایسا کرتی تو میں اس کا ہاتھ کاٹ دیتا" (۱۶۳)۔

ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غنیمت تقسیم فرما رہے تھے۔ ایک شخص آیا اور آپ پر جھک گیا۔ آپؐ نے کھجور کی سوکھی شاخ سے جو آپؐ کے دست مبارک میں تھی اسے ٹھوکا دیا۔ جس سے اس کے منہ پر خراش آگئی۔ آپؐ نے فرمایا کہ تم مجھ سے قصاص لے لو۔ اس نے عرض کیا۔ "یارسول اللہؐ میں نے معاف کر دیا" (۱۶۴)۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جنگ بدر کے لئے صف آرائی کر رہے تھے۔ حضرت سواد بن غزیہ انصاری صف سے آگے نکلے ہوئے تھے۔ آپ نے ایک تیر کی لکڑی سے ان کے پیٹ کو ٹھوکا دیا اور فرمایا۔

استوایا سواد۔

اے سواد! برابر ہو جاؤ۔

اس پر سواد نے حضور ؐ سے قصاص طلب کیا۔ آپ ؐ نے فوراً اپنا شکم مبارک ننگا کر دیا اور فرمایا کہ قصاص لے لو۔ یہ قصہ بالتفصیل پہلے آچکا ہے۔

آپ ؐ کی امانت کا یہ عالم تھا۔ کہ نبوت سے پہلے بھی آپ ؐ عرب میں امین مشہور تھے۔ چنانچہ جب قریش کعبہ کو از سر نو بنانے لگے اور وہ حجر اسود کی جگہ تک تیار ہو گیا تو قبائل قریش میں جھگڑا ہوا۔ ہر ایک قبیلہ یہی چاہتا تھا۔ کہ حجر اسود کو اٹھا کر ہم اس کی جگہ پر رکھیں گے۔ آخر یہ قرار پایا۔ کہ جو شخص کل صبح باب بنی شیبہ سے حرم میں پہلے داخل ہو وہ ثالث بنے۔ اتفاقاً اس دروازے سے جو پہلے داخل ہوئے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ آپ ؐ کو دیکھتے ہی سب پکار اٹھے۔ (۱۶۵)۔

هٰذَا الْأَمِيْنُ رَضِيْنَا هٰذَا مُحَمَّدٌ۔

یہ امین ہیں۔ ہم راضی ہیں۔ یہ محمد ہیں۔

جب انہوں نے آپ ؐ سے یہ معاملہ ذکر کیا۔ تو آپ ؐ نے ایک چادر بچھا کر حجر اسود کو اس میں رکھا۔ پھر فرمایا کہ ہر طرف والے ایک ایک سردار انتخاب کر لیں۔ اور وہ چاروں سردار چادر کے چاروں کونے تھام لیں اور اوپر کو اٹھائیں۔ اس طرح جب وہ چادر مقام نصب کے برابر پہنچ گئی۔ تو آپ نے اپنے دست مبارک سے حجر اسود کو اٹھا کر دیوار کعبہ میں نصب فرمایا۔ اور وہ سب خوش ہو گئے۔

ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن مبارک پر ایک جوڑا قطری موٹے کپڑے کا۔ جب آپ ؐ بیٹھتے۔ تو وہ پسینہ سے بوجھل ہو جاتا۔ ایک یہودی کے ہاں شام سے کپڑے آئے۔ حضرت عائشہ صدیقہ نے عرض کیا۔ کہ آپ ؐ کسی کے ہاتھ اس سے ایک جوڑا قرض منگوا لیں۔ جب آپ ؐ کا آدمی یہودی کے پاس پہنچا۔ تو اس نے کہا۔ "میں سمجھا۔ مطلب یہ ہے کہ وہ میرا مال یا دام یوں ہی اڑا لیں"۔ آپ ؐ نے سن کر فرمایا"۔ اس نے جھوٹ کہا۔ اسے معلوم ہے کہ میں سب سے زیادہ پرہیزگار اور سب سے زیادہ امانت کا ادا کرنے والا ہوں" (۱۶۶)۔

قریش کو اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سخت عداوت تھی۔ مگر باوجود اس کے اپنی جو کھم کی چیز آپ ؐ ہی کے ہاں امانت رکھا کرتے تھے۔ جیسا کہ اس کتاب میں پہلے مذکور ہوا۔

# صدق

اپنے تو ور کنار بیگانے بھی آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کے قائل تھے۔ حضرت عبداللہ بن سلام ابھی ایمان نہ لائے تھے کہ حضورؐ کو دیکھتے ہی پکار اٹھے:۔

وَجْهُهٗ لَيْسَ بِوَجْهِ كَذَّابٍ۔

ان کا چہرہ دروغ گو کا چہرہ نہیں (۱۶۷)

صلح حدیبیہ کی مدت میں ہرقل روم نے ابو سفیان (جو اب تک ایمان نہ لائے تھے) سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت پوچھا۔ "کیا دعویٰ نبوت سے پہلے تمہیں ان پر جھوٹ بولنے کا گمان ہوا ہے؟"۔ ابو سفیان نے جواب دیا کہ نہیں۔

حضرت علی مرتضیٰ روایت کرتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ ابو جہل نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا "ہم۔ (معشر قریش) تم کو جھوٹے نہیں کہتے۔ لیکن جو کچھ (کتاب و شریعت) تم لائے ہو۔ اس سے ہم انکار کرتے ہیں"۔ اس پر ابو جہل اور اس کے امثال کی شان میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:۔

فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ۝ (انعام ع ۴)

وہ تجھ کو جھوٹا نہیں کہتے۔ لیکن ظالم خدا کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں۔

عتبہ بن ربیعہ حضرت امیر معاویہ کی والدہ ہندہ کا باپ تھا۔ جو جنگ بدر میں کفر پر مرا۔ ایک روز قریش نے اس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کرنے کے لئے بھیجا۔ اس نے حضورؐ پر چند امور پیش کئے کہ ان میں سے جو چاہیں اختیار کریں۔ اور نئے مذہب سے باز آئیں۔ اس کے جواب میں آپؐ نے سورۂ حم السجدہ پڑھنی شروع کی۔ جب آپؐ آیہ فان اعرضوا پر پہنچے۔ تو عتبہ نے آپؐ کے منہ مبارک پر ہاتھ رکھ کر اور قرابت کی قسم دے کر کہا کہ آپؐ آگے نہ پڑھیں۔ اس کے بعد عتبہ نے واپس جا کر قریش سے یہ ماجرا بیان کیا اور کہا کہ اس نے مجھے قرآن سنایا۔ جب وہ اس آیت پر پہنچا:۔

فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَقُلْ اَنْذَرْتُكُمْ صٰعِقَةً مِّثْلَ صٰعِقَةِ عَادٍ وَّثَمُوْدَ ۝

اگر وہ منہ پھیریں۔ تو کہہ دیجئے کہ میں نے تمہیں ایک کڑاکے سے ڈرایا ہے جیسا کہ عاد و ثمود پر آیا تھا تو میں نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔ اور قرابت قریبہ کی قسم دے کر کہا کہ بس آگے نہ پڑھیے۔ تمہیں معلوم ہے۔ کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جب کچھ کہہ دیتا ہے۔ تو جھوٹ نہیں بولتا۔ اس لئے میں ڈر گیا کہ کہیں تم پر وہ عذاب نہ نازل ہو جائے جس سے اس نے ڈرایا تھا (۱۶۸)۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اعلان دعوت کا حکم آیا۔ تو آپ نے کوہ صفا پر چڑھ کر قریش کو پکارا۔ جب لوگ جمع ہوگئے۔ تو آپ نے ان سے پوچھا۔ ''بتاؤ۔ اگر میں تم سے یہ کہوں کہ وادی مکہ سے ایک سواروں کا لشکر تم پر تاخت و تاراج کرنا چاہتا ہے تو کیا تمہیں یقین آجائے گا''۔ وہ بولے۔ ''ہاں''۔ کیونکہ ہم نے تم کو سچ ہی بولتے دیکھا ہے (۱۶۹)۔

## حسن عہد و وفا

جب ہرقل قیصر روم نے ابو سفیان سے پوچھا۔ ''کیا مدعی نبوت عہد شکنی کرتا ہے؟۔ تو ابو سفیان نے جواب دیا کہ نہیں۔

ابو رافع ایک قبطی غلام تھے۔ جو مکہ میں رہا کرتے تھے۔ ان کا بیان ہے۔ کہ قریش نے مجھے سفیر بنا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھیجا۔ جب میں نے آپ کو دیکھا تو میرے دل میں اسلام کی صداقت جاگزیں ہوگئی۔ میں نے عرض کیا۔ ''یا رسول اللہ! میں واللہ کبھی ان کے پاس لوٹ کر نہ جاؤں گا''۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ ''میں عہد شکنی نہیں کرتا اور نہ قاصدوں کو اپنے پاس روکتا ہوں۔ تم اب لوٹ جاؤ۔ اگر وہاں بھی تمہارے دل میں صداقت اسلام رہی۔ تو واپس آجانا''۔ ابو رافع کا قول ہے کہ میں چلا گیا۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر ایمان لایا (۱۷۰)۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عہد شکنی کو بہت برا جانتے تھے۔ چنانچہ فرمایا کرتے تھے:۔

مَنْ قَتَلَ مُعَاهِدًا لَمْ يَرِحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ وَإِنَّ رِيحَهَا لَتُوجَدُ مِنْ مَّسِيرَةِ أَرْبَعِينَ عَامًا۔

جو شخص کسی غیر مسلم معاہد (ذمی) کو قتل کریگا وہ بہشت کی بو نہ سونگھے گا۔ حالانکہ اس کی بو چالیس سال کی مسافت سے آئے گی (۱۷۱)۔

حضرت عبداللہ بن ابی الحمساء بیان کرتے ہیں کہ میں نے بعثت سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی چیز خریدی۔ اس کی قیمت میں سے کچھ میرے ذمہ باقی رہا۔ میں نے آپ سے وعدہ کیا۔ کہ میں باقی قیمت لے کر اسی جگہ آپ کے پاس آتا ہوں۔ چنانچہ میں چلا گیا اور اپنا وعدہ بھول گیا۔ تین راتوں کے بعد مجھے یاد آیا۔ میں بقیہ قیمت لے کر آیا۔ تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضور اسی جگہ بیٹھ رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ ''اے نوجوان! بے شک تو نے مجھے مشقت میں ڈال دیا۔ میں تین راتوں سے یہاں تیرا انتظار کر رہا ہوں'' (۱۷۲)۔

## عفت وحیا

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک دامنی کا ذکر کس زبان سے کیا جائے صرف اتنا بتادینا کافی ہے کہ آپ نے کبھی کسی عورت کو جس کے آپ مالک نہ ہوں نہیں چھوا۔

حیا وہ خلق ہے جس کے ذریعے انسان قبائح شرعیہ کے ارتکاب سے بچتا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات میں غایت درجہ کی حیا تھی۔ چنانچہ حضرت ابو سعید خدری بیان کرتے ہیں۔ کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پردہ دار دوشیزہ سے بڑھ کر حیادار تھے۔ جب آپ کسی امر کو ناپسند فرماتے۔ تو ہم اسے آپ کے چہرہ مبارک میں پہچان (۱۷۳) جاتے۔ یعنی غایت حیا کے سبب سے آپ اپنی کراہت کی تصریح نہ فرماتے تھے۔ بلکہ ہم اس کے آثار چہرہ انور میں پاتے۔

## تقسیم اوقات

حضرت امام حسین کا بیان ہے۔ کہ میں نے اپنے والد بزرگوار سے دریافت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جو وقت اپنے دولت خانہ میں گزرتا تھا۔ آپ اس میں کیا کیا کرتے تھے۔ انہوں نے فرمایا۔ کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں داخل ہوتے تو اس میں قیام کے وقت کے تین حصے کر لیتے تھے۔ ایک حصہ اللہ "کی عبادت" کے لئے۔ دوسرا اپنے اہل "کے ساتھ موانست و معاشرت" کے لئے۔ تیسرا اپنی ذات اقدس کے لئے۔ پھر اپنے ذاتی حصہ کو اپنے اور عام لوگوں کے درمیان تقسیم کر لیتے۔ خواص صحابہ جو دولت خانہ میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ آپ ان کی وساطت سے عوام کو جو دولت خانہ میں حاضر نہ ہوا کرتے تبلیغ احکام فرماتے۔ اور نصیحت و ہدایت کی کوئی بات عام و خاص سے پوشیدہ نہ رکھتے۔ حصہ امت میں آپ کا طریقہ یوں تھا کہ اہل فضل کو ترجیح دیتے۔ تاکہ حاضر خدمت ہو کر افادہ عام

کریں۔ اور اس حصہ امت کو بقدر حاجات دینیہ تقسیم فرماتے۔ اہل فضل میں سے کسی کو ایک مسئلہ دین دریافت کرنا ہوتا۔ کسی کو دو اور بعض کو بہت سے مسائل کی ضرورت ہوتی۔ پس ان اصحاب حاجات کی طرف توجہ فرماتے اور ان کو وہی امور دریافت کرنے دیتے جن میں ان کی امت کی بہبودی ہو۔ حضور ان کے مناسب حال احکام بیان فرماتے۔ اس کے بعد آپ حاضرین مجلس سے ارشاد فرماتے کہ تمہیں چاہئے کہ بقیہ امت کو جو حاضر نہیں یہ احکام پہنچا دو۔ اور نیز فرماتے کہ جو لوگ (مثلاً عورتیں۔ بیمار۔ غائب وغیرہ) اپنی حاجتیں مجھ تک پہنچا نہیں سکتے۔ تم ان کے حوائج مجھ پر پیش کرو۔ کیونکہ جو شخص ایسے آدمی کی حاجت بادشاہ تک پہنچاتا ہے جسے وہ خود نہیں پہنچا سکتا۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے قدم (پل

صراط پر) ثابت رکھے گا۔ اسی طرح کے ضروری مفید امور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش ہوا کرتے۔ اور ایسے امور کی شنوائی نہ ہوتی جن میں کچھ فائدہ نہ ہوتا۔ طالب و سائل دولت خانہ میں خدمت اقدس میں حاضر ہوتے۔ اور آپ سے استفادہ علوم کرتے اور لوگوں کے رہبر بن کر نکلتے۔

حضرت امام حسین فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میں نے اپنے والد بزرگوار سے پوچھا۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جو وقت گھر سے خارج گزرتا تھا۔ آپ اس میں کیا کیا کرتے تھے۔ انہوں نے فرمایا۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اکثر خاموش رہتے اور بجز مفید و ضروری امر کے لب کشائی نہ فرماتے۔ آپ لوگوں کو (حسن خلق سے) اپنا گرویدہ بناتے۔ اور ایسی بات نہ کرتے جس سے وہ آپ سے نفرت کرنے لگیں۔ آپ ہر ایک قوم کے بزرگ کی عزت کرتے اور اس کو ان کا سردار بناتے۔ آپ لوگوں کو (عذاب خدا) سے ڈراتے۔ ان سے احتراز کرتے اور بچتے۔ مگر کشادہ روئی اور حسن خلق میں کسی سے دریغ نہ فرماتے۔ اپنے اصحاب کی خبر گیری فرماتے (مثلاً مریض کی عیادت۔ مسافر کے لئے دعاء اور میت کے لئے استغفار فرماتے) اپنے خاص اصحاب سے لوگوں کے حالات دریافت فرماتے (تاکہ ظالم سے مظلوم کا بدلہ لیں) آپ اچھی بات کی تحسین فرماتے اور اس کی تائید کرتے۔ اور بری بات کی برائی ظاہر فرماتے اور اس کی تضعیف و تردید کرتے۔ آپ کا حال ہمیشہ معتدل تھا۔ اس میں اختلاف نہ تھا۔ آپ (لوگوں کی تذکیر و تعلیم سے) غافل نہ ہوتے تھے۔ کہ مبادا وہ غافل ہو جائیں یا سستی کی طرف مائل ہو جائیں۔ آپ بہر حال (جمیع انواع عبادات کے لئے) مستعد تھے۔ حق سے کوتاہی نہ کرتے۔ اور نہ حق سے تجاوز فرماتے۔ جو لوگ (استفادہ کے لئے) آپ کی خدمت میں حاضر رہتے وہ خیر الناس ہوتے سب سے افضل آپ کے نزدیک وہ ہوتا جو سب مسلمانوں کا خیر خواہ ہوتا اور مرتبہ میں آپ کے نزدیک سب سے بڑا وہ ہوتا جو محتاجوں کی غم خواری کرنے والا اور (مہمات امور میں) اپنے بھائیوں کی مدد کرنے والا ہوتا۔

امام حسین فرماتے ہیں۔ کہ بعد ازاں میں نے اپنے والد بزرگوار سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس کا حال دریافت کیا۔ انہوں نے فرمایا۔ کہ حضور کا مجلس سے اٹھنا اور مجلس میں بیٹھنا بغیر ذکر الٰہی نہ ہوتا۔ جب آپ کسی مجلس میں رونق افروز ہوتے۔ تو جو جگہ خالی پاتے۔ وہیں بیٹھ جاتے۔ اور دوسروں کو بھی یہی حکم دیتے۔ جو لوگ آپ کے پاس بیٹھتے۔ آپ ان میں سے ہر ایک کو (حسب حال کشادہ روئی اور تعلیم وتفہیم سے) بہرہ ور فرماتے۔ آپ کا ہر ایک جلیس یہ سمجھتا کہ آپ کے نزدیک مجھ سے زیادہ کوئی بزرگ نہیں۔ جو شخص آپ کے پاس بیٹھتا یا کسی حاجت کے لئے آپ سے کلام کرتا۔ آپ اس کے ساتھ اسی حالت میں ٹھہرے رہتے یہاں تک کہ وہ خود واپس ہو جاتا۔ جو شخص آپ سے کسی حاجت کا سوال کرتا۔ آپ اس کی حاجت کو پورا کرتے یا اس سے کوئی نرم بات فرماتے۔ (یعنی وعدہ فرماتے یا فرماتے کہ فلاں سے ہمارے

ذمہ قرض لے لو) آپ کی کشادہ روئی اور حسن خلق تمام لوگوں کے لئے عام تھا۔ آپ (بلحاظ شفقت) سب کے باپ ہو گئے تھے۔ اور وہ آپ کے نزدیک حق میں برابر تھے (حسب حال واستحقاق ہر ایک کی حق رسائی ہوتی) آپ کی مجلس حلم وحیاء وامانت وصبر کی مجلس ہوا کرتی تھی۔ اس میں آوازیں بلند نہ ہوا کرتیں۔ اور نہ اس میں کسی کی آبروریزی ہوتی۔ اور نہ اشاعت ہفوات ہوتی۔ آپ کی مجلس میں سب متساوی تھے۔ ہاں بلحاظ تقویٰ بعض کو بعض پر فضیلت تھی وہ سب متواضع تھے۔ جو مجلس مبارک میں بڑوں کی توقیر چھوٹوں پر رحم کرتے۔ اور صاحب حاجت کو اپنی ذات پر ترجیح دیتے۔ اور مسافر واجنبی کے حق کی رعایت کرتے (۱۷۴)۔

(۱) صحیح مسلم۔ باب صلوٰۃ الیل۔ (۲) مصیبت وایذا کے وقت اپنے آپ کو روکنا اور متاثر نہ ہونا صبر کہلاتا ہے۔ اپنی طبیعت کو غصہ سے ضبط کرنے کا نام حلم ہے۔ خطا پر مواخذہ نہ کرنے کو عفو کہتے ہیں۔ (۳) صحیح بخاری باب صفۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ (۴) مشکوٰۃ بحوالہ صحیحین۔ باب البعث وبدء الوحی۔ (۵) صحیح بخاری۔ باب مالقی النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ من المشرکین بمکۃ۔ (۶) استیعاب لابن عبدالبر۔ ترجمہ قتیلہ بنت نضر (۷) سیرت ابن ہشام۔ (۸) اصابہ بحوالہ واقدی۔ ترجمہ دعثور بن حارث غطفانی۔ (۹) مواہب لدنیہ وشفا شریف۔ (۱۰) صحیح بخاری۔ کتاب الجہاد و کتاب المغازی۔ (۱۱) صحیح بخاری۔ کتاب التفسیر۔ سورہ اذا جاءک المنافقون۔ (۱۲) صحیح بخاری کتاب الجنائز باب (۱۳) ابو داؤد۔ کتاب الجہاد۔ باب فی الجاسوس الذمی اصابہ ترجمہ ابن حیان۔ (۱۴) صحیح بخاری۔ کتاب المغازی۔ باب وفد بنی حنیفہ۔ (۱۵) مشکوٰۃ۔ بحوالہ صحیح مسلم۔ کتاب الجہاد۔ باب حکم الاسراء۔ (۱۶) مکہ مشرفہ سے تین میل کے فاصلہ پر ایک مشہور مقام ہے۔ جہاں سے عمرہ بجالاتے ہیں۔ (۱۷) وفاء الوفاء جزء اول ص ۲۲۵۔ جزء ثانی ص ۲۵۲۔ (۱۸) صحیح بخاری۔ کتاب الطب۔ باب ہل یستخرج السحر۔ (۱۹) صحیح مسلم۔ باب من فضائل ابی ہریرۃ۔ (۲۰) صحیح بخاری۔ کتاب المناقب۔ باب اسماء النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ (۲۱) صحیح بخاری۔ باب ذکر ہند بنت عتبہ۔ (۲۲) اصابہ۔ سیرت حلبیہ۔ (۲۳) سیرت حلبیہ۔ (۲۴) صحیح بخاری۔ باب غزوۃ الطائف۔ (۲۵) اصابہ۔ ترجمہ ہبار بن اسود۔ (۲۶) اصابہ: غیرہ۔ (۲۷) صحیح بخاری۔ باب قتل حمزہ۔ (۲۸) فاحش کے معنی ہیں کلام میں بالطبع فحش کرنے والا۔ اور متفحش کے معنی بتکلف فحش کرنے والا ہیں۔ (۲۹) شمائل ترمذی۔ باب ماجاء فی خلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

(۳۰) صحیح بخاری۔ باب الادب۔ باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ یسروا ولا تعسروا۔ (۳۱) صحیح بخاری۔ کتاب الادب۔ باب التبسم والضحک۔ (۳۲) ابو داؤد۔ کتاب الادب۔ باب فی التجاوز۔ (۳۳) دلائل النبوۃ للحافظ ابی نعیم۔ مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن۔

(۳۴) صحیح مسلم۔ کتاب صلوٰۃ الاستسقاء۔ (۳۵) مشکوٰۃ بحوالہ مسلم۔ کتاب الامارۃ والقضاء۔

(۳۶) صحیح مسلم۔ باب فضل الجہاد۔ (۳۷) صحیح مسلم۔ باب دعاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم لامتہ وبکاۂ وشفقتہ علیہم۔ (۳۸) صحیح بخاری کتاب فی الاستقراض۔ باب الصلوٰۃ عن من ترک الدینا۔ (۳۹) صحیح بخاری۔ کتاب الجمعہ۔ باب من قال فی الخطبۃ بعد الثناء امابعد۔ (۴۰) صحیح بخاری۔ باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم یسروا ولا تعسروا۔

(۴۱) صحیح مسلم۔ باب شفقۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی امتہ (۴۲) مشکوٰۃ بحوالہ صحیح مسلم۔ باب فی اخلاقہ وشمائلہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ (۴۳) صحیح بخاری۔ کتاب المغازی۔ باب قصہ دوس۔ (۴۴) مشکوٰۃ بحوالہ ترمذی۔ باب مناقب قریش وذکر القبائل۔ (۴۵) صحیح بخاری۔ تفسیر سورہ دخان۔ (۴۶) صحیح بخاری۔ باب وفد بنی حنیفہ۔ (۴۷) سیرت ابن ہشام۔ امر ثمامہ بن اثال الحنفی واسلامہ۔ (۴۸) بخاری۔ باب الہدیۃ للمشرکین۔ (۴۹) نیلسن کی انسائیکلوپیڈیا۔ تحت لفظ WOMEN (۵۰) صحیح بخاری۔ کتاب النکاح۔ باب الغیرۃ۔ (۵۱) صحیح مسلم۔ باب جواز ارداف الاجنبیۃ اذا اعیت فی الطریق۔ (۵۲) مشکوٰۃ۔ باب قصہ حجۃ الوداع۔ (۵۳) بخاری۔ کتاب العلم۔ باب ہل یجعل للنساء یوم علی حدۃ فی العلم (۵۴) مشکوٰۃ۔ بحوالہ صحیح بخاری۔ باب الشفقۃ والرحمۃ علی الخلق۔ (۵۵) مشکوٰۃ۔ بحوالہ احمد و ترمذی۔ باب

الشفقة۔ (٥٦) مشکوٰۃ۔ بحوالہ احمد۔ باب الشفقة۔ (٥٧) طبقات ابن سعد جزء ثانی ص ا۔ (٥٨) مشکوٰۃ۔ بحوالہ
صحیحین۔ باب الشفقة۔ (٥٩) ترمذی۔ ابواب الزہد۔ (٦٠) صحیح بخاری۔ کتاب الوضو۔ باب بول الصبیان۔
(٦٢) صحیح بخاری۔ کتاب الادب۔ باب رحمۃ الولد وتقبیلہ۔ (٦٣) صحیح مسلم۔ طیب ریحہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ (٦٤) صحیح
بخاری۔ کتاب الاستیذان۔ باب التسلیم علی الصبیان۔ (٦٥) مشکوٰۃ۔ بحوالہ مسلم۔ باب آداب السفر۔ (٦٦) صحیح
بخاری۔ باب الثلثۃ علی الدابۃ۔ (٦٧) ابو داؤد۔ کتاب الجہاد۔ باب من قال انہ یاکل مما سقط۔ (٦٨) صیح مسلم۔
باب فضل المدینہ۔ (٦٩) صحیح بخاری۔ کتاب الادب۔ باب رحمۃ الولد وتقبیلہ۔ (٧٠) صحیح بخاری۔ کتاب الادب۔ باب
من ترک صبیۃ غیرہ حتی تلعب بہ۔ (٧١) صحیح بخاری۔ کتاب اللباس۔ باب ما یدعی لمن لبس ثوبا جدیدا۔
(٧٢) مسند دارمی۔ صفحہ اول (٧٣) تنزل و زوال رومتہ الکبری۔ جلد اول۔ باب ١۴۔ (٧۴) مشکوٰۃ۔ کتاب
العتق۔ (٧٥) مشکوٰۃ بحوالہ احمد وابو داؤد۔ باب النفقات وحق المملوک۔ (٧٦) مشکوٰۃ بحوالہ مسلم۔ باب النفقات و
حق المملوک۔ (٧٧) دیکھو ابو داؤد۔ کتاب الادب۔ باب فی حق المملوک۔ (٧٨) دیکھو ابو داؤد۔ کتاب الادب
باب فی حق المملوک (٧٩) تیسیر الوصول الی جامع الاصول بحوالہ ابو داؤد (٨٠) تیسیر الوصول الی جامع الاصول بحوالہ
ابو داؤد۔ (٨١) مشکوٰۃ بحوالہ ابو داؤد۔ باب النفقات وحق المملوک۔ (٨٢) مشکوٰۃ بحوالہ مسلم۔ کتاب العبید والذ
بائح۔ (٨٣) مشکوٰۃ بحوالہ ابو داؤد۔ باب آداب السفر۔

(٨۴) صحیح مسلم۔ باب مراعات لمحۃ الدواب فی السیر۔ (٨٥) مشکوٰۃ۔ بحوالہ ترمذی وابو داؤد۔ کتاب الصید
الذبائح۔ (٨٦) تیسیر الوصول۔ بحوالہ بخاری ومسلم۔ (٨٧) تیسیر الوصول۔ بحوالہ مالک وبخاری ومسلم وابو داؤد۔
(٨٨) مشکوٰۃ۔ بحوالہ ترمذی وابو داؤد۔ باب ذکر الکلب۔ (٨٩) مشکوٰۃ۔ بحوالہ بخاری ومسلم۔ کتاب الصید والذبائح۔
(٩٠) مشکوٰۃ۔ بحوالہ صحیحین۔ کتاب الصید والذبائح۔ (٩١) مرقات۔ بحوالہ احمد وشیخین ونسائی۔ کتاب الصید
الذبائح۔ (٩٢) مشکوٰۃ۔ بحوالہ ابو داؤد۔ باب قتل اہل الردۃ۔ (٩٣) مرقات۔ بحوالہ مسند بزار۔ جزء رابع ص ٢٣٦
(٩۴) مشکوٰۃ بحوالہ ابو داؤد۔ (٩٥) مشکوٰۃ۔ بحوالہ شرح السنۃ۔ باب فی اخلاقہ وشمائلہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ (٩٦)
مشکوٰۃ۔ کتاب الآداب۔ باب القیام۔ (٩٧) صحیح بخاری۔ کتاب الانبیاء۔ باب اذ قال موسیٰ لقومہ ان اللہ یامرکم ان تذبحوا
بقرۃ۔ (الآیۃ)۔ (٩٨) مشکوٰۃ بحوالہ مسلم۔ باب المفاخرۃ والعصبیۃ۔ (٩٩) مشکوٰۃ شریف۔ کتاب الآداب۔ باب
المفاخرۃ والعصبیۃ۔ (١٠٠) رکوسیہ گروہے است میان ترسایاں وصابئین۔ (١٠١) سیرت ابن ہشام امر عدی بن حاتم۔
(١٠٢) مشکوٰۃ۔ باب المفاخرۃ والعصبیۃ۔ (١٠٣) صحیح بخاری۔ کتاب الادب۔ باب حسن الخلق والسخاء۔ (١٠۴)
مشکوٰۃ۔ باب فی اخلاقہ وشمائلہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ (١٠٥) صحیح بخاری۔ کتاب الادب۔ باب الکبر۔ (١٠٦) شمائل ترمذی۔
باب ماجاء فی تواضع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ (١٠٧) شمائل ترمذی۔ باب ماجاء فی تواضع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
(اس کی قیمت چار درہم تھی)۔ (١٠٨) صحیح بخاری۔ کتاب الجہاد۔ باب الردف علی الحمار۔ (١٠٩) سیرت ابن ہشام
(١١٠) طبقات ابن سعد۔ غزوہ بدر۔ مشکوٰۃ۔ بحوالہ شرح السنۃ۔ باب آداب السفر۔ (١١١) مشکوٰۃ۔ بحوالہ ترمذی۔
باب فی اخلاقہ وشمائلہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ (١١٢) صیح بخاری۔ کتاب الادب۔ باب لم یکن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فحاشا

متفحشا۔ (۱۱۳) صحیح بخاری۔ باب لم یکن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاحشا ولا متفحشا۔ (۱۱۴) مواہب لدنیہ بحوالہ سیرت محب طبری۔ (۱۱۵) ابن ماجہ۔ باب القدید۔ (۱۱۶) مواہب لدنیہ۔ (۱۱۷) ابو داؤد۔ کتاب الادب۔ باب کم مرۃ یسلم الرجل فی الاستیذان۔ (۱۱۸) مشکوٰۃ۔ بحوالہ صحیحین۔ کتاب الآداب۔ باب المزاح۔ (۱۱۹) دیکھو مشکوٰۃ۔ باب المزاح اور شمائل ترمذی باب ماجاء فی مزاح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ (۱۲۰) شمائل ترمذی۔ باب ماجاء فی مزاح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

(۱۲۱) صحیح بخاری۔ کتاب العلم۔ باب متی یصح سماع الصغیر۔ (۱۲۲) استیعاب لابن عبدالبر۔ ترجمہ زینب بنت ابی سلمہ۔ (۱۲۳) صحیح بخاری کتاب الادب۔ باب حسن الخلق والسخاء۔ (۱۲۴) شمائل ترمذی۔ باب ماجاء فی خلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ (۱۲۵) صحیح بخاری۔ کتاب الجہاد۔ باب ماقطع النبی صلی اللہ علیہ وسلم من البحرین۔ (۱۲۶) بخاری۔ باب غزوۃ الطائف۔ (۱۲۷) مشکوٰۃ۔ باب فی اخلاقہ و شمائلہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ فصل اول۔ (۱۲۸) جامع ترمذی۔ باب ماجاء فی اعطاء المؤلفۃ قلوبہم۔ (۱۲۹) صحیح بخاری۔ کتاب الجہاد۔ باب الشجاعۃ فی الحرب والجبن۔ (۱۳۰) صحیح بخاری۔ کتاب الاستقراض باب اداء الدیون۔ (۱۳۱) صحیح بخاری۔ کتاب التہجد۔ باب یفکر الرجل الشئ فی الصلوٰۃ۔ (۱۳۲) صحیح بخاری۔ کتاب اللباس۔ باب البرود والحبرۃ۔ (۱۳۳) صحیح مسلم۔ باب المومن یاکل فی معی واحد والکافر یاکل فی سبعۃ امعاء۔ مہمان کا نام غالباً نضلہ بن عمرو غفاری تھا۔ (۱۳۴) ابو داؤد۔ جلد ثانی۔ کتاب الخراج والفئی۔ باب فی الامام یقبل ہدایا المشرکین۔ (۱۳۵) صحیح بخاری۔ کتاب البیوع۔ باب شری الدواب والحمیر۔ باب اذا اشتری شیئاً فوہب من ساعتہ قبل ان یتفرقا۔ (۱۳۶) مشکوٰۃ بحوالہ ترمذی۔ باب فی اخلاقہ و شمائلہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ (۱۳۷) مشکوٰۃ بحوالہ ترمذی۔ باب فی اخلاقہ و شمائلہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ (۱۳۸) صحیح بخاری۔ کتاب الادب۔ باب حسن الخلق والسخاء۔ (۱۳۹) صحیح مسلم۔ غزوہ حنین۔ (۱۴۰) صحیح بخاری۔ غزوہ خندق۔ (۱۴۱) سیرت ابن ہشام۔ (۱۴۲) مواہب لدنیہ۔ (۱۴۳) صحیح بخاری۔ باب ماکان النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ یاکلون۔ (۱۴۴) مشکوٰۃ۔ بحوالہ صحیحین۔ باب فضل الفقر۔ (۱۴۵) صحیح بخاری۔ کتاب ارقاق۔ باب فضل الفقر۔ (۱۴۶) صحیح بخاری۔ باب کیف کان عیش النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ۔ (۱۴۷) مشکوٰۃ بحوالہ ترمذی۔ باب فضل الفقراء۔ (۱۴۸) صحیح بخاری۔ کتاب الرقاق۔ باب فضل الفقر۔ (۱۴۹) صحیح بخاری۔ کتاب المغازی۔ باب وفات النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ (۱۵۰) صحیح بخاری۔ باب بیان ان تخییرہ امراتہ لایکون طلاقاً بالنیۃ صحیح بخاری باب النکاح باب موعظۃ الرجل ابنتہ لحال زوجہا۔ (۱۵۱) جامع ترمذی۔ ابواب الزہد۔ (۱۵۲) صحیح بخاری۔ کتاب الحیض۔ باب ہل یصلی المراۃ فی ثوب حاضت فیہ۔ ابو داؤد باب المراۃ تغسل ثوبہا الذی تلبسہا فی غیضہا۔ (۱۵۳) عصب کے معنی میں اختلاف ہے۔ بعضے کہتے ہیں کہ ایک بحری جانور کے دانت کو عصب کہتے ہیں۔ جس کو تراش کر منکے بنائے جاتے ہیں۔ عصب کے معنی پٹھے کے بھی ہیں۔ ممکن ہے کہ بعض حیوانات کے پٹھوں کو خشک کر کے کتر کر منکے بنا لیتے ہوں۔ واللہ اعلم بالصواب۔ (۱۵۴) مشکوٰۃ بحوالہ احمد وابو داؤد۔ کتاب اللباس۔ باب الترجل۔ (۱۵۵) صحیح بخاری۔ کتاب الہبۃ۔ باب ہدیۃ مایکرہ لبسہا۔

(۱۵۶) ابو داؤد۔ کتاب الاطعمہ۔ باب الرجل یدعی فیریٰ مکروہاً۔ (۱۵۷) ابو داؤد۔ کتاب اللباس۔ باب فی الصور۔ (۱۵۸) مشکوٰۃ بحوالہ امام احمد۔ کتاب الرقاق۔ (۱۵۹) مواہب لدنیہ بحوالہ طبرانی۔ (۱۶۰) جامع ترمذی۔ ابواب الزہد۔ باب ماجاء فی الکفاف والصبو علیہ۔ (۱۶۱) صحیح بخاری۔ کتاب الجہاد۔ باب ماذکر من درع النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ وعصاہ وسیفہ الخ۔ (۱۶۲) صحیح بخاری۔ کتاب الرقاق۔ باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لو تعلمون مااعلم۔ الخ۔ (۱۶۳) شمائل ترمذی۔ باب ماجاء فی عبادۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ (۱۶۴) شمائل ترمذی۔ باب ماجاء فی عبادۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ روایت ابوذر میں ہے کہ وہ آیت یہ ہے۔ ان تعذبہم فانہم عبادک وان تغفرلہم فانک انت العزیز الحکیم۔ (سنن ابن ماجہ۔ باب ماجاء فی القراءۃ صلوٰۃ اللیل)۔ (۱۶۵) مشکوٰۃ بحوالہ ابو داؤد۔ باب صلوٰۃ اللیل۔ (۱۶۶) شمائل ترمذی۔ باب ماجاء فی بکاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ (۱۶۷) صحیح بخاری۔ باب مایذکر عن صوم النبی صلی اللہ علیہ وسلم وافطارہ۔ (۱۶۸) شرح ہمزیہ لابن حجر الہیتمی بحوالہ ابن اسحاق وابن راہویہ وابویعلیٰ وطبرانی وبیہقی وابونعیم۔ (۱۶۹) صحیح بخاری۔ باب علامات النبوۃ فی الاسلام۔ (۱۷۰) معجم صغیر طبرانی۔ اسم محمد۔ (۱۷۱) معجم صغیر طبرانی۔ اسم عبدان شروع۔ (۱۷۲) مستدرک حاکم۔ کتاب الاحکام۔ قصہ سرق رضی اللہ عنہ۔ (۱۷۳) صحیح بخاری۔ کتاب الانبیاء (۱۷۴) ابو داؤد۔ باب القود بغیر حدید۔ (۱۷۵) سیرت ابن ہشام۔ (۱۷۶) حدیث بنیان الکعبۃ۔ (۱۷۷) ترمذی۔ باب ما جاء فی الرخصۃ فی الشراء الی اجل۔ (۱۷۸) مشکوٰۃ شریف۔ باب فضل الصدقۃ۔ (۱۷۹) خصائص کبریٰ للسیوطی۔ بحوالہ ابن ابی شیبہ۔ وبیہقی وابی نعیم۔ جزء اول ص ۱۱۴ (۱۸۰) صحیح بخاری۔ تفسیر سورہ شعرا۔ (۱۸۱) ابو داؤد۔ باب فی الامام یستجن بہ فی العہود۔ (۱۸۲) بخاری۔ باب اثم من قتل معاہداً بغیر جرم۔ (۱۸۳) ابو داؤد کتاب الادب۔ باب العدۃ۔ (۱۸۴) شمائل ترمذی۔ باب ماجاء فی حیاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ (۱۸۵) شمائل ترمذی۔ باب ماجاء فی تواضع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔